سلسلة مطبوعات المكتب (٩٣)

المكتب التعاونی للدعوة والإرشاد
وتوعية الجاليات بحوطة سدير

غلو

مظاہر، اسباب اور علاج

تقدیم

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان
(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، ممبر فتاوی لجنہ دائمہ)

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد اللحیدان
(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، رئیس مجلس قضاء اعلیٰ)

تالیف
شیخ محمد بن ناصر العرینی

ترجمہ
ندیم اختر

المكتب التعاونى للدعوة والإرشاد
وتوعية الجاليات بحوطة سدير

سلسلة مطبوعات المكتب (٩٣)

الغلو

مظاهره - أسبابه - علاجه

باللغة الأوردية

قدم له فضيلة الشيخ

صالح بن فوزان الفوزان

عضو هيئة كبار العلماء وعضو اللجنة الدائمة للإفتاء

تقريظ فضيلة الشيخ

صالح بن محمد اللحيدان

عضو هيئة كبار العلماء ورئيس مجلس القضاء الأعلى

تأليف

فضيلة الشيخ محمد بن ناصر العريني

ترجمة

نديم أختر

داعية في المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بحوطة سدير

غلو

مظاہر، اسباب اور علاج

تقدیم

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، ممبر فتاوی لجنہ دائمہ)

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد اللحیدان

(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، رئیس مجلسِ قضاءِ اعلیٰ)

تالیف

شیخ محمد بن ناصر العرینی

ترجمہ

ندیم اختر

ردمک

بسم الله الرحمن الرحيم

تقدیم

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بعد جوانانِ اسلام ہی اُمتِ مُسلمہ کا اصل سرمایہ ہیں، چناچہ اگر ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے ان کی عُمدہ تربیت کی جائے تو وہ اپنے آباءواجداد کے ایک اچھے جانشیں بن کر امتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ آسانی سے اٹھاسکتے ہیں، اور اگر اُن کی غلط پرورش کی گئی، یا انہیں بیکار چھوڑ دیا گیا تو یہی ملتِ (اسلامیہ) پر بھاری بوجھ ثابت ہوں گے، یا اس کے خلاف (استعمال کئے جانے والے) ہتھیار کی شکل اختیار کرلیں گے، ان کے پہلے مُربی والد پھر مُعلم اور پھر سماج ومُعاشرہ ہیں۔

۞ یہیں سے یہ بات مسلمانوں پر مُتعین ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اپنی مَقدرت کے مطابق اپنے جوانوں (کی تربیت) کا اہتمام کریں، اور انہیں فتنوں اور گمراہی کی طرف بلانے والوں اور غلط افکار کے حاملین کے لئے نہ چھوڑیں۔ واضح رہے کہ علم مدارس ومساجد میں اور تقوی شعار علماء سے حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ گیسٹ ہاؤس، ٹور اور خفیہ مجلسوں میں، اور نہ ہی بزبان خویش عالم بننے والوں، غیر معروف، کم عمر، غلط افکار، گمراہ خیالات کے حاملین اور خاص جماعتی مزاج والے لوگوں سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔

۞ ایسے موقعہ پر ہمارے بھائی شیخ محمد ناصر العرینی کی کتاب (غلو، مظاہر، اسباب اور علاج) ایک جامع کتاب کی شکل میں سامنے آئی ہے کیونکہ یہ کتاب صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے اُن نوجوانوں کے ساتھ متعدد بحثوں کے تجربات کا نتیجہ ہے، چنانچہ ان میں سے جس کو اللہ نے چاہا ہدایت سے نوازا۔ (یہ کتاب اس مثل کے مصداق ہے) «**الوقاية خير من العلاج**» یعنی حفاظتی تدبیر علاج سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق بخشے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه.

صالح بن فوزان الفوزان

(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، ممبر فتاوی لجنہ دائمہ)

تقدیم

فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد اللحیدان

حمد وصلاۃ کے بعد:

غلو، مظاہر، اسباب اور علاج نامی کتابچہ کے مؤلف شیخ محمد بن ناصر العرینی نے مجھ سے اس پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی، حالانکہ مجھ سے پہلے فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان– ممبر مقتدر علماء کمیٹی–نے اس پر تقریظ لکھی ہے، اور اس کی تعریف میں موصوف کا تبصرہ کافی ہے، تاہم (عمل خیر میں) نیک وصالح لوگوں کے ساتھ شریک ہونے کی خواہش میں اس کتابچہ کے مؤلف موصوف کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے میں یہ کہتاہوں کہ یہ کتابچہ اس لائق ہے کہ اسے پڑھاجائے اور اس کی تقسیم کادائرہ وسیع کیاجائے۔

۞ کتابچہ کے مضمون سے مؤلف کے اہتمام اور حُسنِ انتخاب کااندازہ ہوتاہے، چنانچہ یہ کتابچہ خطروں کے پوشیدہ ٹھکانوں تک طالب علم کی راہنمائی کرتا اور صحیح طریقۂ علاج بتلاتاہے، اور بحکم الٰہی ہر اس شخص کی صحیح راہنمائی کرتاہے جس کا مقصد حق تک پہنچنااور اُمت کے سلف صالحین کے منہج کو جاننا ہو، اور یہ معلومات حاصل کرنا چاہتاہے کہ سلف نے دین میں غلو اور اس کی خطرناکی سے متنبہ کرنے میں کیا خدمات انجام دی ہیں، نیز اس چیز کی معرفت کی کہ رسول ﷺ کے عہد میں اور

آپ کے بعد سلفِ امت یعنی صحابہ اور ان کے بعد تابعین اور اتباعِ تابعین کا منہج کیا رہا ہے، وہ لوگ جن سے متعلق اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ وہ خیرِ قرون ہیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «**خير الناس القرن الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم؛ ثم الذين يلونهم**» (بخاری: ۲۶۵۱- ۲۶۵۲)

« سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن میں مجھے بھیجا گیا ہے، پھر جو ان کے بعد آئیں گے، پھر جو ان کے بعد آئیں گے ».

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے زمانہ کے بعد دو زمانے کا ذکر کیا یا تین کا... »۔

یہ (اُمت کے) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غلو اور اس سے کس طرح بچا جا سکتا ہے سے متعلق احادیث و آثار ہم تک پہنچائے ہیں۔

۞ سلفِ صالحین نے ان صحابہ کرام کے منہج کو واضح کرنے کا اہتمام کیا جو اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کو تمام لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے، چنانچہ ان لوگوں نے غلو کرنے والے کی کارستانیوں سے متعلق جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے بیان کیا تھا اسے نقل کیا اور یہ بھی نقل کر دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ لوگ (غلو کرنے والے) دین سے نکل جائیں گے ۔

۞ یہ کتابچہ جسے اس کے مؤلف نے مختلف جگہوں سے جمع کیا ہے جوانوں کو چاہیئے کہ

اسے پڑھیں اور جو شخص سلامتی کا خواہش مند ہو، سلفِ صالحین کی پیروی کرنا چاہتا ہو اگر اس بارے میں مزید معلومات چاہتا ہے تو باذن اللہ اس رسالہ میں صحیح راہنمائی پائے گا، نیز اس کتابچہ میں اس کے علاوہ رُشد وہدایت کے اور بھی جواہر پارے ہیں۔

۞ ہمارا ملک مملکت سعودیہ عربیہ پر ایک ایسا وقت آیا جس میں اسے جوانوں کے بہت سے جذبات سے سابقہ پڑا، ان میں سے بعض تو یقیناً دینی مزاج رکھتے تھے، لیکن ان کے اندر بصیرت اور تجربہ کی کمی اور مناہج ومقاصد کی عدم معرفت کی وجوہات پر حالات اور ماحول کا عدم ادراک تھا، اور بعض ان میں سے وہ تھے جن کے کچھ اغراض ومقاصد تھے جن تک کسی بھی طریقہ سے پہنچنا چاہتے تھے، یہ بات اس شخص یا ان افراد کے اندر تغیرات اور تبدیلیوں سے واضح ہوتی ہے، اس غلط اور بے سوچے سمجھے تصرف کے کئی اسباب ہیں:

ان میں سے ایک اہم سبب ان اہلِ علم کی مجلسوں سے دوری اختیار کرنا ہے جن کی ثبات قدمی اور باریک بینی معروف ہے، جب نوجوان ان اہلِ علم سے الگ ہو کر جن کے علم میں گہرائی اور پختگی ہے، جن کے اندر معاملات کو ان کے اصلی مقام پر رکھنے کی صلاحیت ہے، آیات واحادیث کے صحیح مدلول، اور سلامتی مقصد پر جن کی نظر ہے، انہیں چھوڑ کر غیروں کو اپنا قدوہ بنائیں گے تو خود بھی مشکلات میں پڑیں گے اور دوسروں کو بھی اس میں دھکیل دیں گے۔

اس لئے میری گذارش ہے کہ غلو کے نتائج، اور دنیاوی اہداف ومقاصد، حصولِ جاہ ومرتبت، یا ضرر پہنچانے کی غرض سے غلو کو بطور وسیلہ استعمال کرنے کے نتائج پر غور وفکر کرتے ہوئے اس کتابچہ کا مطالعہ کیا جائے، بہت ممکن ہے مذکورہ آخری بات یعنی ضرر پہنچانے کا سبب اس ملک کے ساتھ کینہ اور بغض وعداوت ہو۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو نفع بخش بنائے، اس کے مؤلف کو اچھا بدلہ عطا فرمائے، اور ہمارے ملک کو شرور وفتن سے محفوظ رکھے، اور مسلمانوں کو اس بات کی توفیق دے کہ وہ اچھائی اور خوبی کے ساتھ دین کو تھام لیں جس میں عدل اور تعظیمِ شریعت کا جذبہ ہو، غلو، اس کے اسباب ومُحرکات سے دوری ہو، نیز مسلمانوں کے ذمہ داروں کو ان تمام باتوں کی توفیق دے جن میں امت (اسلامیہ) کے لئے دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے امن کو قائم وثابت کر سکیں، خصوصاً مملکت کے ذمہ داروں کو اللہ مزید اس بات کی توفیق بخشے کہ وہ امت کے دینی اور دنیاوی دونوں مصالح کی حمایت وحفاظت کر سکیں، یقیناً اللہ دعا قبول کرنے والا، ہر بھلائی کی توفیق دینے والا، اور ہر مصیبت کو دور کرنے والا ہے۔

وصلى الله على المبعوث رحمة للعالمين.

صالح بن محمد اللحیدان

(ممبر مقتدر علماء کی کمیٹی، رئیس مجلسِ قضاء اعلیٰ)

مقدمہ

حمد وصلاۃ کے بعد:

بفضل اللہ مجھے کئی ایسے جوانوں سے ملاقات کا موقع ملا جو بدعتِ خوارج – یعنی دین میں غلو، ارتکابِ معصیت کی بناپر مسلمانوں کو کافر قرار دینا – میں مبتلا ہیں، جس نے انہیں ایسے افسوسناک کاموں پر آمادہ کیا جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، حالانکہ بزعم خویش وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں، اس کا ایک اہم سبب برانگیختہ کرنے والی بعض وہ کتابیں اور کیسٹیں ہیں جنہیں وہ اِدھر اُدھر سے حاصل کر لیتے ہیں، اور جن (کتابوں) کی ترویج واشاعت کے لئے، اور ان کے اندر بے حقیقت وبے سروپا باتوں کو خوشنما بنا کر پیش کرنے کے لئے بعض وہ لوگ میدان میں ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں، یہاں تک کہ جوانوں کے ذہنوں کو بھڑکا دیا اور ان میں سے اکثر کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ خود انہیں اپنی منزل کا پتہ نہیں، اب وہ مخلص اہلِ علم کی طرف رجوع کرنے کے بارے میں کچھ سوچتے نہیں، کیونکہ دعاۃِ فتن (فتنوں کی طرف بلانے والوں) نے یہ کہہ کر ان کی نگاہوں میں علماء کی قدر ومنزلت گھٹادی ہے کہ یہ حکومت کے علماء ہیں، حکومت کے ساتھ چاپلوسی اور مداہنت سے کام لیتے ہیں، دنیاوی مفادات، کرسی اور عہدوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، وحاشاہم ذلک۔

۞ خواہش کے پیروکاروں کا ہر زمانہ میں یہی طریقہ رہا ہے، آج سے قبل جو علماء کرام تھے ان پر بھی حملے کئے گئے اور انہیں مصائب وتکالیف سے دوچار کیا گیا، حالانکہ یہ

چیز ان کے حق میں نقصان دہ نہیں، بلکہ یہ ان کے لئے بہتر اور بلندئی درجات کا سبب ہے، ہم دعا گو ہیں اللہ انکی مدد کرے، اور انہیں ایسے عمل کی توفیق بخشے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت ہو۔

خیر و بھلائی اور مسلمانوں کے لئے مفید کام میں تعاون کے وجوب پر اور شریعت مطہرہ کے احکام کی تطبیق کے پیش نظر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مسئلہ غلو و تکفیر کی چھان بین کی جائے، چنانچہ اس کام کے لئے میں نے بہت ساری ان کتابوں اور مراجع کا مطالعہ کیا جن میں ان مسائل پر کم و بیش گفتگو کی گئی ہے، اور میں نے ان سے وہ مواد اخذ کئے جو بیان و توضیح کے لئے کافی تھے، اور جو مناسب سمجھا اس کا اضافہ کر دیا، میری خواہش رہی ہے کہ اختصار کو ملحوظ رکھا جائے کیونکہ مشہور مثل ہے کہ لوگ پڑھتے نہیں ہیں، اس بحث کو میں نے ایک مختصر سے کتابچہ میں جمع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید کرتے ہوئے کہ جس کے ہاتھ میں یہ رسالہ پہنچے اللہ تعالیٰ اسے نفع پہنچائے، اور ان تمام کو اچھا بدلہ دے جنہوں نے اس کی طباعت اور اس کی نشر واشاعت میں ہماری مدد کی ہو اور یہ کہ اللہ ہمارے عملوں میں اخلاص پیدا کرے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

مؤلف

محمد بن ناصر العريني

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير البرية أجمعين، نبينا محمد سيد الأولين والآخرين، وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهديه واستنّ بسنته إلى يوم الدين. أما بعد:

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الأنعام ١٥٣]

«اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو».

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (خط لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطا فقال: «هذا سبيل الله» وخط عن يمين ذلك الخط وعن شماله خطوطاً، فقال: «هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو إليها»).

«اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، اور چند لکیریں اس کے دائیں اور بائیں جانب کھینچیں پھر فرمایا: یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے»۔

[مسند احمد (۱/۴۳۵-۴۶۵)، دارمی (۱/۶۷)، حاکم (۲/۳۱۸)، نسائی (الکبری-حدیث:۱۱۱۷۴) اور علامہ البانی نے اسے حسن کہا ہے]

۞ بندۂ مسلم کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کے شیطان کے پاس دو راستے ہیں، اگر بندۂ مسلم عاصی اور نافرمان ہے تو اس کے لئے شہوات کو خوشنما بنا کر پیش کرتا اور اس کے پھندے میں پھنساتا ہے تا کہ حق وہدایت کے اس راستے سے اُسے دور رکھے کہ جو شخص بھی اس راستے پر ثابت قدم رہا وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اس سے اعراض کیا ہلاکت سے ہمکنار ہوا۔

اور اگر بندۂ مسلم عبادت گذار اور نیک ہوتا ہے تو اس کے لئے (راہِ) غلو اور افراط کو مزین کرتا ہے تا کہ اس کے دین کو بگاڑ دے اور اسے اعتدال پسندی اور رواداری سے دور کر دے اور اس کی خواہشات کے مطابق اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اس کے اوپر حرام کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ﴾ [القصص:۵۰]. «اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی راہنمائی کے»..

۞ امام ابن القیم -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے اس سے متعلق شیطان دو طرح کے وسوسوں سے کام لیتا ہے، یا تقصیر و تفریط پر ابھارتا ہے، یا افراط وغلو کی راہ دکھاتا ہے، جب کہ دین الٰہی افراط و تفریط اور غلو وجفا

دونوں کے درمیان کی راہ ہے، جس طرح کہ دو پہاڑوں کے درمیان وادی ہو اسی طرح دو گمراہیوں کے درمیان ہدایت کا راستہ ہو اور دو قابل مذمت جانبی راستوں کے بیچ درمیانی راستہ ہو۔

چنانچہ جس طرح کسی حکم پر عمل نہ کرنے والا اسے ضائع کرنے والا ہے، اسی طرح اس حکم میں غلو سے کام لینے والا بھی اسے ضائع کرنے والا ہے، اُس نے حد تک پہنچنے میں تقصیر سے کام لیا ہے اور اِس شخص نے حد کو پار کر کے اسے ضائع کیا ہے۔ [مدارج السالکین]

۞ علامہ ابن باز– رحمہ اللہ– فرماتے ہیں: «جس مومن بندے کو مرد ہو یا عورت اللہ نے صراطِ مستقیم کی توفیق بخشی ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس پر جمارہے اپنے آپ پر سختی نہ کرے، نیک وصالح لوگوں کی صحبت اختیار کرے، بُروں سے دور رہے، اس لئے کہ مومن اس امر پر مامور ہے کہ وہ حق پر ثابت رہے اور غلو وجفا سے پرہیز کرے، چناچہ نہ دین میں غلو سے کام لے، نہ بدعت ایجاد کرے اور نہ اپنے آپ پر سختی کرے، نہ ہی جفاو تقصیر کا شکار اور گناہ کے کاموں میں پڑے، بلکہ وہ اس کے درمیان کی راہ اختیار کرے، یعنی نہ ہی غلو ہو اور نہ ہی جفا، اپنے بھائیوں سے بات چیت کرے (ملے جُلے)، دینی بھائیوں کی صحبت میں بیٹھے، نیکی اور تقوی کے کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کرے، انہیں نصیحت کرے اور ان کی نصیحت قبول کرے، دین میں کسی ایسے امر کا ایجاد نہ کرے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے، بُرائی وبے حیائی سے نہ راضی ہو اور نہ اس کی طرف مائل، مومن اسی

طرح اپنے تمام معاملات میں میانہ رو ہوتا ہے اس کے یہاں نہ غلو وجفا ہے، نہ ہی سختی و تشدد ہے اور نہ اللہ کے بارے میں کوئی نرم روی... » الخ۔ (ریاض کے شعبۂ پولیس کی طرف سے شائع کردہ ایک کیسٹ سے ماخوذ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایاہے: «**لاتشددوا على أنفسكم فيشدد عليكم، فإن قوماً شددوا على أنفسهم فشدد الله عليهم**».

«اپنے آپ کو سختی میں نہ ڈالو کہ تم پر سختی مسلط کر دی جائے، اس لئے کہ کچھ لوگوں نے اپنے نفس کے ساتھ سختی کا معاملہ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختیاں مسلط کر دیں»۔ [ابوداؤد حدیث (۴۹۰۴)، علامہ البانی نے اسے صحیح کہاہے]

نیز صحیح بخاری میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: «**إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه**».

«کہ بلا شبہ دین آسان ہے، جو دین میں شدت برتے گا وہ مغلوب ہو کر رہے گا»۔ [بخاری،ح: ۳۹]

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: «**هلك المتنطعون**» «دین میں مبالغہ اور تکلف سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے»۔ [مسلم،ح: ۲٦٧٠]

امام نووی – رحمہ اللہ – فرماتے ہیں :اس حدیث میں وارد لفظ «**هلك المتنطعون**» سے مُراد وہ لوگ ہیں جو قول و فعل میں غلو سے کام لیتے ہوئے حد سے

تجاوز کرنے والے اور بے جا تکلف کرنے والے ہیں۔ [شرح مسلم:۱٦/۲۲۰]

۞ مذہبِ اسلام دین میں انتہا پسندی کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتا، اس لئے کہ غلو اور حد سے تجاوز انسان کو صراط مستقیم سے دور ہٹا دیتا، کفر وضلالت اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کے دلدل میں دھکیل دیتا ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ﴾ [النساء: ۱۷۱]

«اے اہلِ کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو».

اور واضح رہے کہ اہلِ کتاب کو غلو سے روکنا درحقیقت ہمیں بھی روکنا ہے، کیونکہ دین میں غلو ہر اس شخص کے لئے قابلِ مذمت ہے جو کسی بھی نبی کی شریعت کا پیروکار ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ﴾ (اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ) میں اس بات کی دلیل ہے کہ دین میں غلو حرام ہے، اس لئے کہ اس میں وارد نہی بیانِ حُرمت کے لئے ہے، بلکہ مُحرماتِ شدیدہ میں سے ہے، کیونکہ یہ کئی حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنتا ہے۔ (اور موجودہ) حالات اس بات کی صاف گواہی دیتے ہیں۔

اہلِ کتاب نصاری نے دین میں غلو سے کام لیا چنانچہ عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا، بلکہ اُلوہیت کے بعض صفات سے انہیں متصف ٹھہرایا، اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

«**لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم، إنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله**» [بخاری،ح: ۳۴۴۵]

«تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسی بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا»۔

یعنی جس طرح عیسائیوں نے عیسی بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں غلو کرتے ہوئے انہیں معبود بنالیا، ان کی عبادت شروع کردی، اس طرح میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا۔

یہ جان لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس امت کو دین کے بارے میں غلو سے روکا گیا ہے، آپ ﷺ کو اس امت میں غالی قسم کے لوگوں کا خطرہ بھی تھا، اسی لئے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے جب ایک شخص کو کنکریاں چننے کو کہا تو ارشاد فرمایا: «**بمثل هذا فارموا وإياكم والغلو؛ فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين**»، «اس کے برابر کنکریوں سے رمی کرو اور حد سے آگے نہ بڑھو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ کر دیا»۔ [نسائی (۳۰۹۵)، ابن ماجہ

(۳۰۲۹) بروایت ابن عباس، دیگر کتب حدیث]

دین میں غلو کی خطرناکی، جادۂ حق سے انحراف اور سلف صالحین کے طریقوں سے انحراف کی دلیلوں میں سے ایک دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

«إن أخوف ما أخاف عليكم رجل قرأ القرآن حتى إذا رأيت بهجته عليه وكان ردءًا للإسلام انسلخ منه ونبذه وراء ظهره وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك».

« مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ اس آدمی کا ہے جس نے قرآن کو پڑھا، یہاں تک کہ جب تم اس پر قرآن کی تروتازگی دیکھنے لگے اور وہ اسلام کا مددگار بن گیا تو اچانک اسلام سے نکل گیا، اُسے پسِ پُشت ڈال دیا اور اپنے پڑوسی پر شرک اور کفر کا الزام لگا کر اس پر ہتھیار اٹھالیا، میں (راوی) نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ، اس الزام (کفر وشرک) کا ان میں سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ ایا الزام لگانے والا یا جس پر الزام لگایا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ الزام لگانے والا زیادہ حقدار ہے»۔

[مسند ابو یعلیٰ، بخاری تاریخ کبیر]

۞ شیطان کی چالوں میں سے ایک چال یہ ہے کہ وہ اہلِ ایمان و تقوی کے درمیان افراط و غلو کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے، جیسا کہ خوارج اور ان کی فکری انحراف پر فریفتہ حضرات کے ساتھ ہوا۔ لہذا فتنوں سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ عارف باللہ اہلِ علم کی طرف رجوع کیا جائے، جس طرح کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

سے مناظرہ کے بعد دو ہزار خارجیوں کے توبہ کا معاملہ پیش آیا تھا۔

۞ آج اور کل میں کس قدر مشابہت ہے (تاریخ اپنے کو دہراتی ہے) کہ قریبی سالوں میں تکفیر کی وجہ سے جو حادثات پیش آئے، چنانچہ اولاً زبان سے حُکام کے خلاف بغاوت کی دعوت دی گئی پھر اس امن وسلامتی کے مُلک اور دیگر ملکوں میں بم دھماکے، توڑ پھوڑ اور پُر امن شہریوں کو خوف زدہ کرنے کے جو واقعات پیش آئے، اُسی طرح بہت سے علاقوں حتی کہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں اسلحہ اور بارود کے جو ذخیرے پکڑے گئے، یہ صرف شیطان کے ورغلانے اور ان جاہل نوجوانوں کے سامنے غلو کو مُزیّن کرکے پیش کرنے کا نتیجہ ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل جہاد میں شامل ہے۔

۞ اللہ کا حوالہ دے کر آپ سے سوال ہے کہ یہ کس عقل میں آنے والی بات ہے اور کون سا دین جو یہ کہتا ہے کہ امن وچین سے رہنے والے مومنوں کو قتل کرنا، انہیں دہشت زدہ کرنا، ان کی جائداد کو تباکرنا، انہیں سمیت ان کے گھروں کو ڈھادینا، جہاد ہے؟ لیکن در حقیقت یہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں، جو ان کی بات مانے گا اُسے جہنم میں ڈال دیں گے۔

جیسا کہ صحابیِ رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

وہ کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (بھلی باتوں) کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر (بُری باتوں) کے بارے میں سوال کرتا تھا، اس ڈر

سے کہ کہیں بُرائی میں نہ پڑ جاؤں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ: ہم جاہلیت اور بُرائی میں تھے پھر اللہ نے ہم کو اس بھلائی (یعنی اسلام) سے نوازا، تو کیا اب اس کے بعد بھی کوئی بُرائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس میں دخن ہے، میں نے کہا وہ دخن (دھبہ) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو میری اتباع کے علاوہ کوئی اور راہِ ہدایت اختیار کریں گے ان کی کچھ باتوں کو تم پسند کروگے اور کچھ سے بے زار ہوگے، میں نے عرض کیا: پھر اس خیر کے بعد پھر بُرائی پیدا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جہنم کے دروازہ کی طرف لوگوں کو بلائیں گے، جو ان کی بات مانے گا اس کو جہنم میں ڈالدیں گے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ان لوگوں کی صفات ہم سے بیان کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہمارے ہی جنس سے ہوں گے اور وہ ہماری ہی زبان بولیں گے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر اس زمانہ کو میں پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہئیے؟ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہ، میں نے دریافت کیا کہ اگر جماعت اور امام نہ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہ اگرچہ کسی درخت کی جڑ کو دانت سے پکڑے ہی رہنا پڑے، یہاں تک کہ تم کو اُسی حال میں موت آجائے» (بخاری: ح ۷۰۸۴، مسلم: ح ۱۸۴۷)

۞ آخر ان لوگوں کے کیا اغراض و مقاصد ہیں جنہوں نے خوارج اور معتزلہ کی بدعت کو

اپنالیا ہے اور صرف معصیت کی بنا پر کفر کا فتوی لگا رہے ہیں، جس سے جذباتی اور بے چارے نوجوانوں کے جذبات کو بھڑکایا نتیجۃً اِن نوجوانوں نے اولاً تو اس ملک پر ظلم کیا – جس کے سایۂ امن میں ان کی پرورش وپرداخت ہوئی – اور پھر خود بھی اس کے شکار ہوئے، بعض تو ان میں سے مارے گئے – اب ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے – اور کچھ گرفتار ہوئے، جن کے شر سے مسلمان محفوظ ہوگئے، اور دیگر (حکومت کو) مطلوب ہیں، ممکن ہے اللہ انہیں ہدایت دے، یا ان کے زور کو ختم کردے، کیونکہ ان لوگوں نے (اس دہشت گردی سے) ملک اور اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچایا ہے۔

۞ علامہ شیخ صالح الفوزان[1] – حفظہ اللہ – مشکوک اجتماعات، خفیہ مجلسوں اور نامعلوم رحلات (ایسے ٹور جن کے اغراض ومقاصد واضح نہ ہوں) سے متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میرے بھائیو! ہم لوگ ایک پُر فتن دور سے گذر رہے ہیں، مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلانے، ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے اور عوام کو علماء سے بد ظن کرنے، ان کے مقام کو پامال کرنے کی غرض سے اکثر مجلسوں میں غیبت و چغلی اور علماء و حکام کے خلاف باتیں ہوتی ہیں، نیز ان اجتماعات میں قول باطل کی تردید کے بجائے آزادانہ گفتگو

---

(۱) آپ کا شمار مملکت کے مقتدر علماء میں سے ہوتا ہے، اور دائمی افتاء کمیٹی کے ایک ممبر بھی ہیں۔

اور دوسرے کی رائے کو اہمیت دینے کے بجائے مسلمانوں کے عقیدہ کو برباد کرنے کی غرض سے گندے افکار، تباہ کُن خیالات، باطل عقائد اور گمراہ کُن نظریات کی ترویج واشاعت ہوتی ہے۔ نیز یہاں چند دعوتی (تنظیمیں) ایسی بھی ہیں جن میں نوجوانوں کی فکر میں ان کے آباء واجداد، سماج ومعاشرہ، ملک ووطن، وہاں کے اُمراءاور ذمہ داروں کے خلاف زہر گھولا جاتا ہے، جسے یہ لوگ جہاد کا نام دیتے ہیں جس کے سبب مسلمانوں، صاحبِ عہد اور امن حاصل کرنے والوں کا خون حلال سمجھا جاتا، اور تباہ کُن بم دھماکوں اور خوف زدہ کر دینے والی دہشت گردیوں سے گھروں کو ڈھایا جاتا اور جائداد کو تباہ کیا جاتا ہے۔

پس اے مسلمانو! اس طرح کی خفیہ مجلسوں، نامعلوم رحلات اور مشکوک اجتماعات سے اپنے آپ کو بچاؤ، اور فتنوں کا پرچار کرنے والے ایسے لوگوں سے اپنی اولاد کو دور رکھو جو ان کے درمیان گھس آتے ہیں، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور انہیں ایسے غلط افکار سکھاتے ہیں جن سے متاثر ہوکر تمھارے بچے تم سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر اس کی خبر اس وقت ملتی ہے جب وہ گرفتار ہوجاتے ہیں، یابغاوت اور توڑ پھوڑ کرتے ہوئے قتل ہو جاتے ہیں، یاانہیں جیل میں ڈال دیاجاتا ہے۔

ان سب حالات سے پہلے ہی اپنے بچوں کو ان فتنہ پرور لوگوں سے بچاؤ جن کی صفت نبی ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مانیں گے وہ انہیں جہنم میں ڈال دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «**هم من جلدتنا**

ويتكلمون بألسنتنا» «وہ ہم ہی میں سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے»۔

جی ہاں! ایسا ہی ہے وہ علم کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور زہد وعبادت کا لبادہ اُوڑھتے ہیں، ایسا صرف دھوکہ ومکر اور غلو وافراط کے طور پر ہوتا ہے، وہ (اپنے علاوہ) غیروں کو جاہل قرار دیتے ہیں، اور انہیں چاپلوس، عہدے اور دنیوی مکاسب کی طرف دوڑ لگانے والے بتاتے اور ترکِ جہاد کا طعنہ دیتے ہیں، اس طرح اور بھی کئی جھوٹی تہمتیں ہیں جو غیروں پر لگاتے ہیں۔

لہذا مسلمانو! ایسے لوگوں کے ساتھ غفلت کیوں برتتے ہو اور ان کے مُعاملات کو کس طرح معمولی سمجھتے ہو اور اپنے بچوں کو ان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتے ہو جو انہیں ان کی ہلاکت، تمھاری ہلاکت اور تمھارے مُعاشرے کی ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔

۞ اس وطن عزیز میں غلو کے جن افسوسناک نتائج سے آج ہم گذر رہے ہیں یہ کوئی قریبی صدیوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قومِ نوح کے زمانے سے ہے جب انہوں نے اپنے نیک لوگ وَدّ، سُواع، یَغوث، یَعوق اور نَسر کے حق میں غلو کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک برابر ہر زمانہ میں اس کا وجود رہا ہے۔

جس سے حُکام کے خلاف بغاوت اور فتنے کے دروازے کھُلتے گئے، اس امت میں شرک بھی نیک لوگ اور اصحابِ قُبور کے حق میں غلو اور حد سے زیادہ ان کی تعظیم کے نتیجے میں ظاہر ہوا، نیز حرام کو حلال کرنے، اللہ کی مُطہّر شریعت کو بدل دینے اور اس طرح کی بہت سے ایسے امور کو دین میں داخل کرنے جو دین میں نہیں ہے کا سبب یہی غلو ہے۔

غلو کی تعریف

شرعاً ثابت عبادتوں میں حد سے تجاوز کرنا اور دینداری میں حد شرع سے آگے بڑھ جانا غلو کہلاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حقوق اللہ میں نہ تو غلو و تشدد ہے اور نہ جفا، نیز واضح رہے کہ غلو وافراط تقصیر و جفا سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهْوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيراً وَضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيلِ﴾ (المائدۃ:۷۷)

« کہہ دیجئے اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں » .

۞ خوارج کے غلو کے نتیجہ میں جو جنگ وجدال اور اندوہناک واقعات پیش آئے وہ اسلام کے چہرہ پر سیاہ دھبّہ ہیں، اس امت کا وہ پہلا فرقہ ہے جو اپنے امام و قائد ذو الخویصرہ حرقوص تمیمی۔ اللہ کی طرف سے اُسے وہ سزا ملے جس کا وہ مستحق ہے۔ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کیا، یہ وہی شخص ہے جس نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں اللہ کے رسول ﷺ پر بھی معترض ہوا اور آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ انصاف سے کام لیں، اس لئے کہ آپ نے اس تقسیم میں

انصاف سے کام نہیں لیاہے، نیز اس نے یہ بھی کہا کہ اس تقسیم میں رضائے الٰہی کو سامنے نہیں رکھا گیاہے، اس پر آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم پر افسوس ہے اگر میں نے انصاف نہ کیاتو پھر وہ کون ہے جو انصاف کرے گا؟

پھراس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی اور اس کے پیروکاروں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: «**يخرج من ضئضئ هذا أناس تحتقرون صلاتكم عند صلاتهم وصيامكم عند صيامهم وقراءتكم عند قراءتهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية، أولئك شرار الخلق عند الله، شر قتلى تحت أديم السماء، خير قتلى من قتلوه**»، وقال أيضاً: «**سيخرج في آخر الزمان قوم أحداث الأسنان سفهاء الأحلام يقولون من قول خير البرية يقرأون القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فإذا لقيتموهم فاقتلوهم فإن في قتلهم أجراً لمن قتلهم عند الله يوم القيامة**».

«اس کی نسل میں سے (یعنی اُسی کی طرح) کچھ لوگ پیدا ہوں گے (وہ ایسے ہوں گے کہ) تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر جانوگے، اپنے روزے کو ان کے روزوں کے آگے، اور اپنی قراءت کو ان کی قراءت کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے،

وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، یہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہیں، اور روئے زمین پر قتل ہونے والوں میں سب سے بُرے ہیں، اور جو ان کے ہاتھوں قتل ہوا وہ سب سے اچھے مقتولوں میں سے ہے »۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: « بعد کے زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو کم سن اور کم عقل ہوں گے، بات تو سب لوگوں سے اچھی کریں گے، اور قرآن ایسا پڑھیں گے کہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جب انہیں پاؤ تو انہیں قتل کرو اس لئے کہ جو انہیں قتل کرے گا قیامت کے دن اللہ کے پاس اسے خصوصی ثواب ملے گا »۔ [بخاری: ۳۶۱۰، مسلم: ۱۰۶۴]

۞ آپ کیا سمجھتے ہیں، کہ یہ لوگ ناپید ہو جائیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: « نہیں، اللہ کی قسم ان کی نسل باقی رہے گی، اور یہ برابر نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح الدجال سے جا ملے گا » [حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے]

میرے بھائیو! ان احادیث پر غور کریں اور اپنے گرد وپیش پر نظر ڈالیں، اگر ہماری صفوں میں اس طرح کے لوگ موجود ہیں تو ان سے اور ان کے گُمراہ کُن افکار وخیالات سے اپنی جوان نسل کو بچائیں۔

۞ علماء خوارج میں سے ایک کو جب اللہ نے توبہ کرکے عقیدۂ اہلِ سنت کو اپنانے کی توفیق دی تو اس وقت اس نے کہا: (لوگو!) جن لوگوں سے تم اپنا دین سیکھو ان کو اچھی طرح پرکھ لو کیونکہ ہم لوگ جب کسی چیز کو کرنا چاہتے تو اسے حدیث

رسول ٹھہرا لیتے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے خوارج نے اس سے بُرے امور کا ارتکاب کیا ہے جسے چاہا حسن قرار دیا اور جسے چاہا ضعیف بنا دیا، انہوں نے اپنے منہج کی خدمت کے لئے عبارت نقل کرنے میں قطع وبرید سے کام لیا، لیکن یہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔

امام ابن حزم الاندلسی –رحمۃ اللہ علیہ– فرماتے ہیں: لوگو!- اللہ تم پر رحم کرے– جان لو کہ جتنی بھی گمراہ کُن جماعتیں ہیں ان میں سے کسی سے بھی اللہ تعالیٰ نے خیر کا کوئی کام نہیں لیا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے بلادِ کفر کے کسی گاؤں کو ان ہاتھوں فتح دی، اور نہ ہی ان کے ہاتھوں اسلام کو رفعت وبلندی نصیب ہوئی۔ [الفصل:۵/۹۸]

مُحدثِ عصر علامہ شیخ ناصر الدین البانی – رحمۃ اللہ علیہ– (فتنۂ) تکفیر سے متعلق اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں:

« آج تقریباً ایک صدی سے قائم اسلامی جماعتوں کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان میں اکثر ابھی تک کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکیں، یہ الگ بات ہے کہ آواز بلند کرتے ہیں اور چیختے ہیں کہ وہ اسلامی حکومت چاہتے ہیں، حالانکہ اس مقصد کے لئے کتنے معصوموں کا خون بہا پھر بھی اس سلسلہ میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم برابر ان کی زبان سے کتاب وسنت کے مُخالف عقائد سنتے اوران سے کتاب وسنت کے مُنافی اعمال دیکھ رہے ہیں »۔

علامہ البانی آگے لکھتے ہیں:

«وہ بلا فائدہ اسلامی حکومت کے قیام کا نعرہ بلند کررہے ہیں، کسی شاعر نے ایسے لوگوں کے بارے میں سچ کہا ہے:

ترجوا النجاة ولم تسلك مسالكها

إن السفينة لا تجري على اليبس

(تو راہِ نجات کو اپنائے بغیر نجات کی اُمید رکھتا ہے، بے شک کشتی خشکی پر نہیں چلتی)» [مجلۃ السلفیۃ: محرم ۱۴۱۵ھ]

ہر مسلمان خصوصاً جوانوں کو میری نصیحت ہے کہ جن لوگوں سے وہ اپنا دین سیکھ رہے ہیں انہیں اچھی طرح پہچاننے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾[النحل:۴۳] «اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلو».

اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: «**ألا سألوا إذا لم يعلموا، إنما شفاء العي السؤال**».

«جب انہیں علم نہیں تھا تو اہلِ علم سے پوچھا کیوں نہیں؟ اس لئے کہ جہالت ونادانی کا علاج سوال کرنا ہے»۔ [سنن ابوداوٗد (۳۳۶)، دیگر کتب حدیث، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

۞ اس لئے مسلمانوں سے متعلقہ جن مسائل میں اشتباہ پیدا ہو ان سے متعلق ایسے اہلِ علم کی طرف رجوع ضروری ہے جو پیشوائی کی صلاحیت رکھتے ہوں، اپنے علم، ورع، عقیدہ اور منہج کی سلامتی سے معروف ہوں، آدمی کو ایسا نہیں ہونا چاہئیے کہ ہر ایسی آواز دینے والوں کے پیچھے ہولے جو آج کل جب کہ فتنے سمندر کی موجوں کی طرح اٹھ رہے ہیں، یہ لوگ بُرائی وضلالت کے داعی اور انتہا پسندی و تشدد کے مُبلغ ہیں، حالانکہ یہ چیزیں اس دین حنیف کی میانہ روی اور رواداری کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاء عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدا﴾ [البقرة: ۱۴۳]

«اور ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں».

۞ اس امت کے وسط ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں دو کنارے بھی ہیں، ایک کنارے کا نام غلو وافراط ہے، اور دوسرا تفریط وجفا سے موسوم ہے، یہ دونوں قابلِ مذمت ہیں اور دونوں کے بیچ کی راہ ہی وسطیت کی راہ ہے اور اسی راہ پر وہ نیک وصالح لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے حقیقی فرمانبردار اور صحابہ کرام اور گہرا علم رکھنے والے اہلِ علم کے طریقے پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران:۳۱]

«کہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا».

اور خود نبی ﷺ اس دین عظیم کے لئے عملی حیثیت سے ایک (بہترین) نمونہ تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ جب حضرت معاذ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما کو (بحیثیت مُعلم) یمن کی طرف بھیجتے ہیں تو ان الفاظ میں انہیں وصیت کرتے ہیں:

«يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا».

«آسانی کرنا، سختی نہ کرنا، خوشخبری سنانا، متنفر نہ کرنا، ایک دوسرے کی بات ماننا، اختلاف نہ کرنا» [بخاری:ح ۴۳۴۱، مسلم:ح ۱۷۳۳]

اللہ کے رسول ﷺ کی یہ وصیت ہر مکلف کے لئے ہے، آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے: **«إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا وقاربوا وأبشروا».**

«بے شک دین آسان ہے اور دین میں جو بھی سختی کرے گا وہ مغلوب ہو جائے گا، پس تم لوگ سیدھی راہ اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو» [بخاری:ح ۳۹ بروایت ابو ہریرہ]

بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ تین آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے گھر آئے، جب انہیں خبر دی گئی تو ان لوگوں نے اُسے تھوڑا سمجھا اور (اپنے دل میں) کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہماری کیا حیثیت ہے، اللہ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے سب گُناہ بخش دئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی بھی افطار نہیں کروں گا، ایک اور نے کہا: اور میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، اور کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: «أنتم الذي قلتم كذا وكذا؟ أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له، لكني أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني».

« تمھیں لوگوں نے ایسا اور ایسا کہا، خبر دار! اللہ کی قسم، بے شک میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور تقوی اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے، پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ میرے

طریقے پر نہیں ہے » [بخاری:ح ۵۰۶۳، مسلم: ۲/۱۰۲۰]

اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ یہ مفید گفتگو اور آپ کے کافی وشافی جواب سے مطمئن ہوکران لوگوں نے راہِ اتباع اختیار کی نہ کہ بدعت کی راہ، اوریہی طریقہ (انسان) کے لئے مناسب بھی ہے۔اس سے عبادات میں غلو کرنے کی واضح ممانعت اور اس امت پر رحیم و مُشفق بنی کے طریقہ کولازم پکڑنا، نیز اس آسان شریعت کی اس خوبی کا بیان ہے کہ اس میں روح اور بدن کی ضروریات میں توازن پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلاَ تَطْغَوْاْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [ہود:۱۱۲] « پس آپ جمے رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ توبہ کرچکے ہیں، خبردار! تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے ».

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس آیت میں بنی کریم ﷺ اور اہلِ ایمان کو ثابت قدمی اور استقامت کی تلقین کی جارہی ہے،جو دشمن کے مقابلہ میں مدد کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اور حد سے تجاوز کرنے سے روکا گیاہے کیونکہ اس میں ہلاکت ہے، گرچہ یہ حد سے تجاوز کسی مُشرک کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ [ابن کثیر ۲/۶۰۰]

۞ سلوک وعبادات میں عمومی طور پر ہم راہِ اعتدال اور وسطیت کے کس قدر محتاج ہیں، ہمیں ان (غلو پسند) لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں جو چیزوں پر اور اشخاص پر

بُرا ہی حکم لگاتے ہیں، لوگوں کے تئیں برا گُمان رکھتے ہیں، اور نہ ہی ہمیں ان اُجڈ اور بد خُلقوں کی ضرورت ہے جن کے قدم بہک گئے، جو اخلاقی انحطاط کا شکار ہو گئے، اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑ گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲] «اے ایمان والو! بہت بد گمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں».

اور گواہی کے بارے میں وارد حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «**هل ترى الشمس**»، **قال: نعم. قال:** «**على مثلها فاشهد أو دع**».

«کہ کیا تم سورج دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: اسی کے مثل (جو واضح ہو اسی) کی گواہی دو یا پھر چھوڑ دو» [امام حاکم نے صحیح اور بعض اہلِ علم نے ضعیف کہا ہے]

۞ اس لئے جو کچھ افترا پردازی اور بہتان تراشی، کذب بیانی، اور بد ظنی جوانوں میں پھیلائی جاتی ہے کہ امراء (ذمہ دار حضرات) جان بوجھ کر خاص کر دینی معاملات میں غلطی اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں، نیز جوانوں میں یہ افواہ پھیلانا کہ تحقیق کے لئے حوالات میں بند لوگوں کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے، اور ان حضرات اور ان کی پُشت پناہی کرنے والوں کی زبانی علماء کے مقام کو ختم کرنے کی جو بات ہم سنتے ہیں، ان تمام باتوں کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حاکم اور

محکوم کے مابین جو رشتہ ہے اُسے کاٹ دیا جائے، اور یہی تو خوارج کا منہج رہا ہے جس کی طرف عبد اللہ بن سبا یہودی نے عہد عثمانی میں لوگوں کو دعوت دی تھی۔ اس پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گی۔

ذیل میں یہ ایک ایسے نوجوان کا بیان کردہ ایک نصیحت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

اولاً: ہدایت کی جو نعمت مجھے ملی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے کیونکہ اگر توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو نعمت ہدایت کا حصول ممکن نہ تھا۔

ثانیاً: اس منہج (منہج خوارج) کو اختیار کرنے میں جن امور نے مجھے متاثر کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- تشدد اور غلو پسند طالبانِ علم کی مجلس میں بیٹھنا جو علماء راسخین کی قدر ومنزلت کو گھٹاتے اور بہت سے ایسے لوگوں کی قدر ومنزلت کو بڑھاتے ہیں جو عالم نہیں ہیں۔ یہ وہ پہلا اور بنیادی سبب ہے جس پر ابتدائے تدین ہی میری نشو ونُما ہوئی ہے کہ علماء کے مرتبہ ومقام کو کم کرنے پر جرات ودلیری سے کام لینا، خاص طور پر کویت پر عراقی حملے اور بعض ایسے مدعیانِ علم کے بعد جو علماء اور ان کی ہم نشینی کو برا کہتے تھے۔

۲ - افغانستان کا سفر، «**الكواشف الجلية**» نامی کتاب کا مطالعہ، اور علماء کی طرف رجوع نہ کرنا بھی اس منہج کو اختیار کرنے کا سبب بنا ہے، گرچہ میں ابتدا میں اس فکر سے کلی طور پر متفق نہیں تھا۔

۳۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین کے دروس کا ترک کرنا، حالانکہ میں ان سے اور ان کے دروس سے محبت رکھتا تھا، لیکن شیخ کے شاگردوں میں سے ایک ایسے شاگرد سے ملاقات کے بعد جو شیخ کے منہج سے ہٹ گیا تھا اور ان کی قدرو منزلت کو گھٹاتا تھا، خاص کر یہ شاگرد بڑا ہی ہونہار، خاکسار، اعلیٰ اخلاق کا حامل، آخرت کی طرف راغب اور دنیا سے بے نیاز تھا، اس کی انہی چیزوں نے مجھے متاثر کیا اوراسی وجہ سے اس کے فکر و منہج کا قائل ہوا، حالانکہ یہ منحرف لوگوں کا منہج ہے جن کے بارے میں معروف ہے کہ انہوں نے مدارس کو ترک کر دیا ہے اور وہ تصویر کشی کو مُطلقاً حرام سمجھتے ہیں، پھر میں ان کے ساتھ رہنے لگا اور خاص طور سے علماء کرام کی تنقیص وغیرہ سے متعلق ان کے منہج کو مکمل طور پر قبول کر لیا۔

۴۔ بعض تشدد پسند بھائیوں سے متعارف ہونا جن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ غلو سے کام لیتے ہیں، خاص طور پر مسئلہ تکفیر میں، حالانکہ وہ علمی گہرائی و گیرائی سے بالکل عاری ہیں، بلکہ ابو محمد المقدسی ان کا امام و قائد ہے، یہ صورت حال پیش نہ آتی اگر وہ اسباب نہ ہوتے جو میرے ساتھ پیش آئے اور جن کی وجہ سے میں ان لوگوں کے ساتھ ہو لیا جن سے اور ان کی فکر سے دور رہنے کے لئے میں لوگوں کو متنبہ کرتا تھا، اس لئے کہ اولاً میں شیخ ابن باز اور شیخ محمد بن عثیمین۔ رحمہما اللہ۔ کے منہج پر تھا۔

اخیر میں اللہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل نہ بھٹکا دے، اور ہمیں اپنے اقوال و افعال میں مخلص بنا دے، اللہ ہی اس پر قادر و مددگار ہے۔

میرے بھائیو! اس الٹی فکر کی آگ میں جلے ہوئے ایک شخص کے یہ کلمات ہیں، جب اللہ نے اُسے ہدایت دی تو اس نے اپنی رغبت سے یہ معلومات یہ کہتے ہوئے مجھ تک پہنچائے ہیں، وہ اسباب میں لکھ رہا ہوں جو جادۂ حق سے دور کرنے اور غلط راستے پر ڈالنے کے سبب بنے ہیں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان باتوں سے ایسے شخص کو فائدہ پہنچائے جو اس فکر میں مبتلا ہوا ہو، اور ہمارا شمار ان میں ہو جائے جو اس (فکر) سے بچانے کے لئے امت کی راہنمائی کر رہے ہیں، اللہ ہمیں اور اسے توفیق بخشے۔ انتهى كلامه

لہذا ہم سب چھوٹے بڑے کی ذمہ داری ہے کہ ہر معاملات میں جلدی سے کام نہ لیں، اور وہ لوگ جن کے اغراض ومقاصد بُرے ہوں وہ اعلی شرعی سندوں (ڈگریوں) کے حامل کیوں نہ ہوں، ان کی طرف سے اپنے کسی خاص مقصد کے لئے پھیلائی جانے والی افواہ کی تصدیق نہ کریں، اور یہ بات بھی ہم سب کو جان لینا چاہیئے کہ ہمارا ملک لوگوں کے نشانے پر ہے جس کے بارے میں دشمن شر کا ارادہ رکھتے ہیں، اور ہمارے وطن بھائی دانستہ یا نادانستہ اس کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، یہ بات کس قدر افسوس کی ہے؟ اور وہ (دشمن) اس کی صراحت بھی کر دیتے ہیں کسی درخت کو (یکبارگی نہیں بلکہ) اس کی ایک شاخ کے ذریعہ کاٹا جاتا ہے، (لیکن) اللہ کے حکم سے یہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے، اس لئے کہ یہ ملک بھلائی کے دور دورہ اور احکام الہی کے نفاذ کی وجہ سے محفوظ ہے۔

اس لئے ہم سب حاکم و محکوم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ ہے کہ اس کو سمجھیں کہ ہمارے خلاف کیا ہو رہا ہے، اور اللہ کے پسندیدہ دین کو مضبوطی سے تھام لیں، اس لئے کہ اسی میں ہمارے امن و سلامتی کا راز ہے، اسی میں دونوں جہان کی نیک بختی پنہاں ہے، اور کتاب و سنت سے ماخوذ شرعی علوم کے ذریعہ اپنی حفاظت کریں تا کہ ان جانے میں ہر داعی کے پیچھے نہ چل پڑیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جو یہ دعوی کرتے ہیں ان کا مقصد امت کی اصلاح ہے، ان کی رات و دن کی کوششیں امت کو آرام پہنچانے کے لئے ہیں، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، بلکہ ان کا مقصد دنیا کا حصول ہے، یا کوئی اور مقصد ہے جس کے لئے کوشش کرر ہے ہیں۔

- بھڑکے ہوئے جذبات اور دینی جوش اگر بغیر علم وادراک کے ہو، اس میں عقل سلیم کا استعمال نہ کیا جائے، نیز شرعی قاعدے پر مبنی نہ ہو تو ایسے جذبات نفس پرستوں اور خوارج کے پھندوں میں پھنس جانے کا باعث بنتے ہیں جو اصلاح کے لئے نہیں بلکہ بگاڑنے کے لئے جوانوں کا انتخاب کرتے ہیں، یہ ایسی واضح بات ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

- عہد صحابہ میں خارجیوں نے صحابہ کرام کی مخالفت کرتے ہوئے ۱۷/ رمضان 38ھ میں بعد نماز صبح خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، آپ کو عبد الرحمن ابن ملجم نامی ایسے خارجی شخص نے قتل کیا تھا جو رات بھر تہجد پڑھتا اور دن بھر روزہ رکھتا، لیکن اس کے پاس علم و فقہ کی کمی تھی، یہ وہی شخص ہے کہ جب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے کسی قاری کو طلب کیا تھا تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اسے مصر بھیجا تھا۔ حضرت عُمر فاروق نے اپنے مراسلہ میں لکھا کہ میں تمھارے پاس ایک نیک آدمی بھیج رہا ہوں، اس کے بارے میں میں نے اپنے اوپر تمھیں ترجیح دی ہے، اس کا اکرام واحترام کرنا، اس کے لئے ایک گھر کو خاص کر دینا جس میں وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے۔

عبد الرحمن بن ملجم مصر میں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے لگا یہاں تک کہ خارجیوں کا فتنہ ظاہر ہوا، فتنۂ خوارج سب سے پہلے یمن میں ظاہر ہوا، پھر جب مصر میں پھیلنا شروع ہوا تو خارجی حضرات عبد الرحمن بن ملجم پر اثر انداز ہوئے، کیونکہ وہ نیکی وصلاح کے ساتھ بڑا جذباتی تھا، لیکن علم و سمجھ میں کوتاہ اور لوگوں سے کنارہ کش رہتا تھا، اسی لئے اسے جس جگہ سے دھوکہ لگنا تھا لگا اور اپنے زمانہ کے سب سے افضل شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، پھر جب قصاصاً اسے قتل کیا جانے لگا تو اس نے کہا کہ مجھے ایک ہی مرتبہ میں قتل نہ کرو بلکہ آہستہ آہستہ بتدریج میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے کرکے مجھے قتل کرو۔

اسی ابن ملجم قاتلِ علی کی تعریف میں غلو کرتے ہوئے عمران بن حطان نامی ایک خارجی (باغی) کہتا ہے:

یـا ضربـةً مـن تقـي مـا أراد بهـا

إلا ليبلـغ مـن ذي العـرش رضـواناً

إني لأذكـــــره حينـــــاً فأحـــــسبه

أوفى البريـــــة عنـــــد الله ميزانـــــاً

(نیک بخت کا یہ وار جس سے اس نے عرش والے کی خوشنودی چاہی ہے۔ میں جب بھی اسے یاد کرتاہوں تو یہ محسوس ہوتاہے کہ وہ اللہ کے نزدیک باعتبار وزن کے مخلوق میں سب سے بھاری ہے)

یہی وہ غلو ہے جس کے بعد آدمی حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتاہے، اس اندھے پن اور گمراہی سے اللہ کی پناہ۔

(کسی شاعر نے کہاہے:)

يقـضي عـلى المـرأ في أيـام محنتـه

حتـى يـرى حسناً مـا لـيس بالحـسن

(کہ ابتلاء وآزمائش آدمی کو اس قدر ناکام بنادیتاہے کہ وہ قبیح شئ کو بھی اچھی سمجھنے لگتاہے)

۞ حضرت علی بن ابی طالب نے ان خوارج سے، اور حضرت ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم نے اپنے عہد میں، بنو امیہ اور بنو عباسیہ نے اپنے اپنے دور میں خارجیوں سے جنگیں کیں، چنانچہ تمام اہلِ حق ان لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہے ہیں جو دین میں غلو کرتے ہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر خوف کھاتے ہوئے

ایسے لوگوں سے متنبہ فرمایا ہے۔

۞ قاتلِ علی کی تعریف کرنے والا عمران بن الحطان بھی اہلِ سنت کا ایک عالم تھا، لیکن اس نے ایک حسین و جمیل خارجیہ عورت سے شادی کی جس نے اسے گمراہ اور فکرِ خوارج کا اسیر بنادیا، حالانکہ اسی گمراہی میں پڑنے کے خوف سے عمران کو اہلِ علم نے اس عورت سے روکا تھا کیونکہ بدعتیوں اور اہلِ اہواء کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دل کی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے جو جسم کی بیماری سے بھی زیادہ خطرناک ہے، عمران بن حطان ہی نے عبد الرحمن بن ملجم (قاتلِ علی) کی تعریف میں جو کچھ کہا تھا فقیہ الطبری اپنے ان اشعار میں اس پر یوں رد کرتے ہیں:

يا ضربةً من شقي ما أراد بها
إلا ليهدم من ذي العرش بنيانا
إني لأذكره يوماً فألعنه
إيهاً وألعن عمران بن حطانا

(بدبخت کا یہ وار جس سے اس نے عرش والے کی بنیاد کو ڈھا دینا چاہا۔ میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور مزید عمران بن حطان پر لعنت بھیجتا ہوں)

۞ اس فتنہ سے قبل ۳۵ھ میں خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا جس کا سر چشمہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا، دل سے وہ کافر ہی رہا لیکن ظاہراً اسلام کا اظہار کرتا تھا، یہ شخص اسلامی قلم رو میں گھوم گھوم کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی پیہم کوشش کرتا رہا، اخیر میں اس نے مصر کو اپنا ٹھکانا بنایا، جہاں بیٹھ کر اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی میں یہ فتنہ کی آگ لگانا شروع کیا، کچھ شر پسند جماعتیں اس کے فکری کجروی کی قائل ہو گئیں، ان کا کہنا تھا کہ (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) بہت سے غلط اعمال اور کھُلی ہوئی ظلم وزیادتی کے مُرتکب ہو رہے ہیں، جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس الزام سے اسی طرح بَری اور پاک تھے جس طرح بھیڑیا یوسف (علیہ السلام) کے خون سے۔

اس طرح ماہِ شوال میں خارجی سبائیوں کا قافلہ پوری تیاری کے ساتھ بظاہر حج کے ارادہ سے مصر سے مدینہ کی طرف چل پڑا، یہ سب چار گروپ میں تقسیم تھے، ہر گروپ کا ایک امیر تھا، یہ سب کے سب حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے، چنانچہ کنانہ بن بشر التجیبی آپ تک پہنچا اور آپ پر خنجر سے وار کرکے زخمی کر دیا حتی کہ خون قرآن کی اس آیت پر پڑا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ﴾ (اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا) آپ کی شریکِ حیات کے ہاتھ کی (انگلیوں کو) بھی کاٹ دیا، پھر اس شخص نے حضرت عثمان کے سینے پر چڑھ کر تلوار کا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ (رضی اللہ عنہ وأرضاہ) اب یہ فتنے آج تک پے در پے پیدا ہو رہے ہیں۔

۞ اس یہودی کی اپنے پیروکاروں کو یہ وصیت تھی کہ اپنے فتنے کی ابتدا امراء (ذمہ داروں) اور گورنروں پر طعن و تشنیع اور ان پر تنقید سے کرو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو، اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دو۔[تاریخ الرسل ابن جریر الطبری ۴/ ۳۴۰]

۞ میرے بھائیو! ذرا اس یہودی وصیت پر غور کریں، آج ہمارے ماحول میں اس وصیت کو نافذ کرنے والے بہت سے لوگوں کو کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں؟ حاکموں پر تنقید، ان پر الزام تراشی، اور ان کے خلاف جھوٹ، حالات کی اصلاح کا جھوٹا دعوی، تاکہ اوباش قسم کے لوگوں کو اپنی صفوں میں شامل کریں، اور واقعۃً ایسا ہوا بھی، اگر یہ نہیں تو اور کیا، ان کی کتابیں اور کیسٹیں فتنہ انگیزی اور مجرد گناہ پر تکفیر سے بھری پڑی ہیں، ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو محمد بن عبد الوہاب کی دعوت توحید جو اس ملک کی اساس و بنیاد ہے، پر بھی تنقید کرنے لگے ہیں، بلکہ مقتدر علماء کی کمیٹی کو بھی انہوں نے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ بھلی باتوں میں حاکموں کی اطاعت، ان کے لئے دعا کرنا، جس میں ملک اور بندوں کا مفاد ہے اس میں ان کے ساتھ تعاون کرنا شریعت کا ایک مسلمہ امر ہے۔

خلیفۂ زاہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان کہ جب وہ دربارِ رسالت میں حاضری کی اجازت مانگتے ہیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں تشریف فرماتھے۔ آپ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «**ائذن له**

وبشره بالجنة على بلوى ستصيبه».

«کہ انہیں اجازت دو اور ساتھ ہی جنت کی بشارت بھی دے دو مگر ایک مصیبت کے بعد جو اسے پہنچے گی» [بخاری:ح٣٦٩٣، مسلم:ح٢٤٠٢]

۞ وہ (عثمان) بھی ان کے امام اور ان کے قائد کے طعن اور افتراءات سے محفوظ نہ رہ سکے، (سید قطب نے) جو کچھ اس خلیفہ راشد کے بارے میں کہا ہے اس کے ذکر سے میں اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہوں، البتہ ان کے دور میں لوگوں نے کس قدر خوشحالی کی زندگی بسر کی ہے اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے عدل وانصاف کا دامن اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

۞ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں ایک شخص کو دیکھا جو لوگوں میں یہ اعلان کر رہا تھا کہ لوگو! اپنے عطیے اور بخششیں لے جاؤ، اپنی خوراک لے جاؤ، چنانچہ لوگ آتے اور وافر مقدار میں لے کر جاتے، بلکہ —اللہ کی قسم— میں نے یہ بھی اعلان کرتے سنا کہ لوگو! اپنے کپڑے، گھی اور شہد لے جاؤ، چنانچہ لوگ جاتے اور اپنے کپڑے لے آتے، جاتے اور گھی وشہد لے آتے، وافر مقدار میں رزق، خیر وبھلائی کی کثرت اور آپسی اتفاق کا ماحول تھا، روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی مومن جسے اپنے ایمان پر خوف ہو وہ ضرور آپ سے محبت، آپ کی مدد اور آپ کا دفاع کرے گا۔

۞ اور حضرت عثمان کے حق میں باغیانہ کلمات کہنے والا یہ شخص آج بھی ایک ایسی قیادت کا منظورِ نظر ہے (جو اپنے گمراہ کُن افکار کے ذریعہ اس ملک کی فضا کو مسموم بنانے کی کوشش کررہے ہیں) جسے یہ اسلامی بیداری کا نام دیتے ہیں، یہ اس جماعت کا دوسرا رُخ ہے جس کے ذریعہ اس وطن عزیز کے ساتھ بُرا سلوک کیا ہے۔ پھر اس شخص کی زیادتی حضرت عثمان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس نے کئی انبیاء اور صحابہ تک کو نہیں بخشا، اور (اپنے وقت کے) سارے (اسلامی) معاشرہ کو کافر قرار دیا ۔ ان سب کے باوجود ہم (بعض لوگوں سے) اس کی تعریف سنتے آرہے ہیں، اور یہ کہ وہ شہید وامام اور مجدد ہے، نیز اس کی وہ کتابیں جو بدعات وضلالات (گمراہیوں) سے بھری پڑی ہیں، ان کتابوں کی خوبیاں اور اوصاف بیان کئے جارہے ہیں، سبحان اللہ! کیا عجیب وغریب تعصب ہے، فی الواقع اشخاص کے حق میں یہی وہ غلو ہے جس کا انجام شرک باللہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، والعیاذ باللہ۔

۞ غلو اور تشدد پسندی بسا اوقات کسی ایسے امر کو جو واجب نہیں واجب بنادیتا ہے اور ایسی چیز کو جو حرام نہیں حرام بنادیتا ہے، اپنے مسلمان بھائی پر کفر کا فتوی اور نیک لوگوں پر فسق کا حکم لگادیتا ہے، جس کے نتیجے میں ان کے جان ومال کو حلال اور حُکام سے بغاوت کو جائز سمجھ لیا جاتا ہے، پھر ہوتا یہ ہے کہ زمین میں بدامنی اور فساد ظاہر ہوتا ہے، دنیا کے بہت سے ممالک اس آزمائش میں مبتلا ہیں، خاص کر اس صلح پسند ملک (کو زیادہ نشانہ بنایا گیا) کیونکہ یہ تو بدرجۂ اولیٰ لوگوں کے نظر میں ہے۔

۞ یہ بات معلوم ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ ہر ایک کا قول قابلِ قبول بھی ہے اور قابل رد بھی، تمام لوگ کتاب وسنت کے حاجت مند ہیں تاکہ اپنی عبادات و معاملات کو اس پر پرکھیں، جوان کے موافق ہو وہی حق ہے اور جو ان کے خلاف ہو باطل ہے اور اس چیز سے پرہیز کرنا ضروری ہے، دین کے بارے میں کسی کی چاپلوسی جائز نہیں ہے، لیکن غلو کرنے والے اس اہم اصول کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے راہنماؤں کو رسول کا مقام دے بیٹھے ہیں کہ ان کی مطلقًا اطاعت کی جائے، انہیں ان کے مقام سے اونچا درجہ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ہی بات حق ہے، ان کے بارے میں نہ کسی کی تنقید قبول کرتے ہیں اور نہ ان سے تحذیر، اس کے برخلاف ان کے سرداروں کی طرف سے صالحین پر بلکہ انبیاء و صحابہ پر جو تنقید ہوتی ہے وہ ان کے نزدیک معمولی سی بات ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہی چیز امر واقعہ ہے۔

حالانکہ واجب یہ تھا کہ اہلِ بدعت (اور ان کی کتابوں) کا دفاع اور ان کے مؤلفات کی تعریف کرکے ان کی طرف جوانوں کی رہنمائی کے بجائے ان سے متنبہ کیا جائے، کیونکہ اہلِ علم کے بقول وہ شخص جو کسی بدعتی کی طرف کسی کی رہنمائی کرتا ہے، اس نے اسلام کے ساتھ دھوکہ کیا اور خود اس کام کا ٹھیکیدار بنا جو اس کا نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگوں کی غیبت حرام نہیں ہے، ان میں سے ایک غالی قسم کا بدعتی بھی ہے۔[اللالکائی ۱/ ۱۴۰]

تشدد اور غلو کے مظاہر

۱- بغیر ہدایت وبصیرت کے دین میں تشدد اور صراط مستقیم سے انحراف کرنا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس غلو سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«**اقرؤوا القرآن ولا تغلوا فيه ولا تجفوا عنه**»، «قرآن پڑھو، نہ اس میں غلو کرو اور نہ اس سے بے رُخی برتو»۔ [مسند امام احمد ۳/۴۲۸، ابن ابی شیبہ ۲/۴۰۰، بیہقی فی الشعب ۴/۱۹۵، اور دیگر کتب حدیث بروایت عبد الرحمن بن شبل]

ایک دوسری جگہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«**لن ينجي أحداً عمله قالوا ولا أنت يا رسول الله ؟ قال: ولا أنا إلا أن يتغمدني الله برحمته. سددوا، وقاربوا، واغدوا، وروحوا، وشيء من الدلجة، والقصد القصد تبلغوا**».

«کہ کسی آدمی کو اس کا اپنا عمل نجات نہ دے گا، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا آپ بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی نجات نہ ملے گی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھ کو ڈھانپ لے، تم کو چاہئے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو، اور میانہ روی تک پہنچنے کی کوشش کرو، صبح وشام، اسی طرح رات کے کچھ حصے میں چل لیا کرو، اور اعتدال کے ساتھ چلا کرو تم منزلِ مقصود کو پہنچ جاؤ گے»۔ [بخاری: ۶۴۶۳، مسلم (۲۸۱۶) لفظ میں اختلاف کے ساتھ]

۲- جوانوں میں غلو کا ایک مظہر جیسا کہ شیخ صالح الفوزان کا قول ہے، « یہ بھی ہے کہ جیسے بعض جوان جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے دونوں قدم اس قدر پھیلاتے ہیں کہ بغل والا تنگی محسوس کرتا ہے، اور حالت قیام میں اپنے آپ کو اتنا جھکا لیتے ہیں کہ گویا کہ وہ رکوع کے قریب ہوں، اور سجدہ کی حالت میں پیٹھ اتنا پھیلا لیتے ہیں گویا کہ وہ زمین پر سوئے ہوئے ہوں »۔

۳- « ان میں غلو کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اقامت سے پہلے جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو سُترہ کے لئے فوراً کسی دیوار یا عمود (ستون) تلاش کرتے ہیں تاکہ اس کے پیچھے نفل نماز پڑھ سکیں، حالانکہ سُترہ ایک سنت ہے واجب نہیں ہے، لہذا اگر اس کا اہتمام کیا جائے تو فبہا ورنہ اس کے لئے تکلف نہ کیا جائے، جب کہ وہی شخص صف میں خصوصاً صف اول اور امام کے قریب کھڑے ہونے کی فضیلت کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، حالانکہ یہ ایسے فضائل ہیں جن میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے، بلکہ بعض لوگ جب مسجد حرام میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے آگے سے گذرنے والے کو بھی روکتے ہیں، جب کہ مسجد حرام اور بھیڑ والی جگہوں میں پریشانی سے بچنے کے لئے نمازی کے آگے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں، الحمدللہ ہمارا دین آسان ہے »۔

۴- مزید فرماتے ہیں: « غلو کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کپڑا اتنا اونچا پہنتے ہیں کہ گھٹنوں کے قریب پہنچ جاتا ہے جس سے شرمگاہ کے کھُلنے کا خطرہ ہوتا ہے، جب کہ آدھی

پنڈلی یاپانچے تک ہی کپڑے کو چھوٹا کرناشرعی حکم ہے »۔انتہی کلامہ۔

۵- عصرِ حاضر میں کسی بھی غلطی یا گناہ پر کُفر کا فتوی لگانا، کسی کو کافر کہ دینا بھی (دین میں) غلو کا ایک مظہر ہے۔کفر کا یہ حکم مسلمانوں کے جان ومال کی حلت کا سبب بنتاہے، کیونکہ مسلمان اگرچہ ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہاہے لیکن پھر بھی وہ اپنے اسلام پر باقی ہے اسلئے اس پر نہ توکُفر کا فتوی لگے گا اور نہ ہی اُسے کافر قرار دیا جائے گا الا یہ کہ وہ کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جس سے کفر لازم آتا ہو، اس حال میں بھی اُس پر کفر کا فتوی اس وقت تک نہ لگے گا جب تک کہ اس کے سامنے اس کی وضاحت نہ کر دی جائے، اور یہ حکم پختہ علم رکھنے والے اہلِ علم کے ساتھ خاص ہے، وہی لوگ اُس کے اوپر کفر وردت کا حکم لگائیں گے، ہر ایرے غیرے کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

کسی ایک امام کا یہ قول ہے کہ غلطی سے ہزار کافروں کی جان بخشی کرنا غلطی سے ایک مسلمان کاخون بہانے سے زیادہ آسان ہے۔

۞ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ –رحمہ اللہ– فرماتے ہیں کہ «کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان پر کفر کا فتوی لگائے اگرچہ وہ غلطی اور خطا کا ارتکاب کر رہا ہو یہاں تک کہ اس پر حُجت قائم ہو جائے، اور اسے صحیح طریقہ بتادیا جائے، اور جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو شک کی وجہ سے یہ اُس سے زائل نہیں ہو گا بلکہ حُجت قائم ہونے یا شُبہ کے ازالہ کے بعد ہی زائل ہو گا» (مجموع فتاوی ۱۲/۴۶۶)

حضرت امام مالک –رحمہ اللہ– کہتے تھے: اگر ننانوے سبب سے کسی شخص کے کافر ہونے اور ایک وجہ سے مسلم ہونے کا احتمال ہو تو مسلم سے حُسنِ ظن کی بنا پر اُسے مسلم کہا جائے گا۔

حضرت امام احمد– رحمہ اللہ– علماء جہمیہ اور ان کے قاضیوں سے کہتے تھے: اگر میں تمھاری بات کہنے لگوں تو میں کافر ہو جاؤں گا لیکن میں تمھیں کافر نہیں کہتا اسلئے کہ تم سب میرے نزدیک جاہل ہو۔

جیسا کہ کتاب «صيانة الإنسان عن وسوسة الشيخ دحلان» میں امام محمد بن عبد الوہاب نے یہ صراحت کی ہے کہ عبد القادر جیلانی اور سید بدوی کی قبروں کے پاس سجدہ کرنے والے کو بھی ہم اس وقت تک کافر نہیں کہیں گے یہاں تک کہ اس پر حُجت قائم ہو جائے۔

مسئلہ تکفیر اور اس کی خطرناکی کے بارے میں چند احادیث اور علماء سلف صلاح وتقوی سے متصف اہلِ علم کے اقوال کے یہ چند نمونے ہیں۔ تو لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ ان کی زبان سے ہم بغیر علم وبرہان کے تحلیل وتحریم، تبدیع وتفسیق اور تکفیر کے فتوے سنتے رہتے ہیں خاص کر علماء وامراء اور حُکام کے بارے میں۔ پھر اگر کوئی عالم یا مبلغ ان کی نقاب کشائی کرتا ہے، ان کی گمراہیوں کو بیان کرتا ہے، وطن اور اہلِ وطن کے لئے ان کی خطرناکی کو واضح کرتا ہے تو اسے سی آئی ڈی، جاسوس اور جامی جیسے القاب سے موصوف کرتے ہیں۔

۞ (فرقہ) جامیہ سے متعلق واضح رہے کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے، صرف مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے اسے کھڑا کیا گیا ہے، جس طرح کہ ان سے قبل شر کے داعیوں نے وہابیہ کی اصطلاح گھڑی تھی جس سے ان کا مقصد شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی دعوت کو مٹانا تھا، بات صرف اتنی ہے کہ شیخ محمد بن امان ابن علی الجامی رحمہ اللہ – جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) میں قسم عقیدہ کے سابق رئیس تھے۔ ہوا یہ کہ ۱۴۱۳ھ میں منحوس خلیجی جنگ کے کچھ ہی دنوں بعد دینی بیداری کے مُدعیوں کے ایک لیڈر کی کتاب «وعدکیسنجر» کے آخر میں جو شر انگیز اور غیر واضح باتیں تھیں جن سے جوان شبہ میں پڑ سکتے تھے۔ان باتوں کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے۔ شیخ امان ملاقات کر کے جب انہیں سمجھانے میں ناکام رہے تو صراحۃً اس کا رد لکھا، پھر شیخ نے اس کے بعد ریاض کا سفر کیا، بہت سے طلبۂ علم کے سامنے اس امر کی خطرناکی کو واضح کیا، ولی امر کی اطاعت کے سلسلے میں جن لوگوں کے پاس شبہات تھے ان سے مُناظرہ کیا ان میں سے بہت سے لوگوں نے حق کو قبول بھی کیا، جس کے نتیجے میں اس پر کچھ لوگ بھڑک اُٹھے، اور ہر وہ شخص جو ان کے منحرف منہج اور بُرے مقصد کی مخالفت کرتا اُسے جامی کہنا شروع کر دیا، یعنی جو اس سلفی شیخ کے منہج پر ہے (ہم شیخ کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے) وہ جامی ہے، (حالانکہ) شیخ کا منہج اہلِ سنت وجماعت اور طائفہ

منصورہ کا منہج ہے۔

۶- غلو کا ایک مظہر عام شہریوں خصوصاً ذمیوں اور معاہدوں پر ظلم وزیادتی کرنا، ان پر قاتلانہ حملے کرنا وغیرہ ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ دھماکے کرکے جائداد واملاک کو نقصان پہنچانا، رہائشی عمارتوں کو تباہ کرنا، امن وامان کو تہہ وبالا کرنا، اور حاکموں کے خلاف بغاوت کرنا بھی ہے۔ حالانکہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ انصاف پسند حاکم کے خلاف بغاوت ناجائز ہے۔

۞ اور جہاں تک قاتلانہ حملے کی کاروائی کا تعلق ہے تو اس کے لئے کعب بن اشرف (یہودی) کے قصہ کو سند ماننا صحیح نہیں، اس لئے کہ حدیث میں یہ وضاحت موجود ہے کہ اللہ کے رسول نے کفر وشرک کے ایک امام کے قتل کا حکم دیا تھا، (پھر یہ کہ) اس طرح کی کاروائی کے لئے درجہ ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱- خفیہ قتل حاکم اور امام کے حکم سے ہو، اگر اس طرح خفیہ قتل کو شخصی اجتہاد پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے بڑا فتنہ پیدا ہو گا جیسا کہ دورِ حاضر میں ہو رہا ہے۔

۲- خفیہ قتل اس شخص کا ہونا چاہئے جس کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ کافر ہے، اور نقضِ عہد کا مُرتکب ہوا ہے، اور کعب بن اشرف یقیناً کافر اور عہد توڑنے والا تھا۔

۳- جس کے خفیہ قتل کا ارادہ ہے، مسلمان اور اس کے درمیان حرب قائم ہو۔

۴- ضروری ہے کہ اس قتل سے فتنہ کا خوف نہ ہو۔

کیا انتہا پسندوں نے ان مذکورہ شرطوں کا لحاظ رکھا ہے؟

۞ بلا شبہ یہ دہشت گردانہ کاروائی جو یہ لوگ کر رہے ہیں اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس میں ناحق قتل اور خیانت ودھوکہ بازی ہے، اور ہمارا دین تو عدل ووفا کا دین، امانت داری اور صلہ رحمی کا دین، اخلاقِ فاضلہ کا دین اور مسلمان ہو یا غیر مسلم سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کا دین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة: 8]

«جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے»۔

حضرت شیخ عبد الرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: تمہارے رشتہ داروں اور ان کے علاوہ جن مشرکوں نے تم سے قتال نہیں کئے، اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، وہ جہاں بھی ہوں ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی وصلہ رحمی، اچھا بدلہ اور انصاف کا معاملہ کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا، پس ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں، چنانچہ ایسی حالت میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ [تفسیر سعدی ص:۸۵۷]

۞ اور یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ ناحق خون بہانا کس قدر بھیانک اور معاشرہ اور سماج کے لئے کتنا بڑا خطرہ ہے اور زمین میں کس قدر فساد اور فتنے جنم لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں ناحق قتل سے بڑے بلیغ انداز میں ڈرایا گیا ہے، مناسب ہے کہ بطورِ تذکیر چند نصوص کا ذکر کر دیا جائے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً﴾ [النساء: 29]

«اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے»

نیز ارشاد ہے: ﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ﴾ [الإسراء: 33]

«اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا»

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً﴾ [النساء: 93]

«اور جو کوئی کسی مومن کو قتل کرڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے».

نیز حدیثوں میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «ومن قتل نفسه بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة».

«جو شخص کسی چیز سے اپنے آپ کو ہلاک کرے گا قیامت کے دن اُسی چیز کے ذریعہ اسے عذاب دیا جائے گا» [مسلم: ح ۱۱۰ بروایت ثابت بن الضحاک]

نیز فرمایا: «من تردّى من جبل فقتل نفسه فهو في نار جهنم يتردى فيه خالداً مخلداً أبداً، ومن تحسّى سُماً فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه فيها في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً، ومن قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يجأ بها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً أبداً».

«جو شخص پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو مار ڈالے گا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح گرتا رہے گا، اور جو زہر کا گھونٹ پی کر اپنے تئیں مار ڈالے گا تو یہ زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا جسے وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا، اور جو کسی نے ہتھیار سے اپنے آپ کو ہلاک کرلے تو یہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہو گا جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا» [بخاری: (۵۷۷۸)، مسلم (۱۰۹) بروایت ابوہریرہ]

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: «لا يزال المؤمن في فسحة من دينه ما لم يصب دماً حراماً».

«مسلمان اپنے دین کے بارے میں کُشادگی میں رہتا ہے (اس کو ہر وقت مغفرت کی اُمید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے» [بخاری:٦٨٦٢]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «من حمل علينا السلاح فليس منا».

«جس نے ہم پر ہتھیار اُٹھالیا وہ ہم میں سے نہیں» [بخاری:ح٧٠٧٠]

ایک دوسری جگہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: «من خرج على أمتي يضرب برها وفاجر ها ولا يتحاش من مؤمنها ولا يفي لذي عهد عهده فليس مني ولست منه».

«جو شخص میری امت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور بلا تمیز ان کے اچھے اور بُرے کو قتل کرے، مومن کو بھی چھوڑے، اور نہ جس سے عہد ہوا ہو اس کا عہد پورا کرے تو میرا اس سے اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں» (یعنی وہ مسلمان نہیں ہے). [مسلم (١٨٤٨) بروایت ابو ہریرہ]

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: «لزوال الدنيا أهون على الله من قتل مؤمن بغير حقّ، ولو أن أهل السماء وأهل الأرض اشتركوا في دم مؤمن لأكبهم الله في النار».

«ایک مومن کے ناحق قتل کرنے کے مقابلہ میں، دنیا کا ختم ہو جانا اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے، اور زمین وآسمان کے سارے لوگ اگر کسی مومن کے قتل میں شریک

ہو جائیں تو ان تمام کو اللہ منہ کے بل جہنم میں دھکیل دے گا » . [ابن ماجہ، نسائی، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ (۲۱۲۱) و صحیح النسائی (۳۷۲۲)]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

«كل ذنب عسى الله أن يغفره إلا الرجل يموت كافراً أو الرجل يقتل مؤمناً متعمداً».

« امید ہے کہ اللہ ہر گُناہ کو معاف کر دے گا سوائے اس آدمی کے جو حالتِ کفر میں مرا ہو گا، یا اس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو گا »[مسند احمد (۲۸/۱۱۲ رقم: ۱۶۹۰۷)، سنن نسائی (المجتبی ۷/۸۱)، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (۴/۳۵۱)]

عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: **«إن من ورطات الأمور التي لا مخرج لمن أوقع نفسه فيها سفك الدم الحرام بغير حله».**

« ہلاکت میں ڈالنے والے وہ امور جن میں مُبتلا ہونے کے بعد پھر نجات کی اُمید نہیں ہے وہ ناحق خون کرنا ہے، جس کو اللہ نے حرام کیا ہے » [بخاری:٦٨٦٣]

اور ذمی و معاہد کے قتل کے سلسلہ میں صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«من قتل نفساً معاهداً لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاماً».**

« جس نے کسی معاہد کو قتل کر دیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، جب کہ اس

کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے » [بخاری: ح ۲۹۱۴]

سنن النسائی کے الفاظ میں: «**من قتل قتيلاً من أهل الذمة لم يجد ريح الجنة وإن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عاماً**».

« کہ جو شخص اہل ذمہ میں سے کسی کا قتل کردے وہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گا حالانکہ چالیس سال کی مسافت سے اس کی خوشبو محسوس کی جاسکتی ہے » [دیکھئے: صحیح سنن النسائی (۴۴۲۵) و صحیح سنن ابن ماجہ (۲۱۷۵) بروایت عبداللہ بن عمرو]

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**من قتل معاهداً في غير كنهه حرّم الله عليه الجنة**».

« جس نے کسی معاہد کا بغیر کسی وجہ جواز کے قتل کردیا تو ایسے شخص پر اللہ نے جنت حرام دیا ہے » [دیکھئے: صحیح سنن النسائی (۴۴۲۲) و صحیح الجامع (۶۴۵۶)]

حدیث میں « کنہ » کا لفظ مستعمل ہوا ہے جس سے متعلق علماء کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں اسے قتل کیا کہ اس کا قتل جائز نہیں ہے۔

۞ اور دورِ حاضر میں جو فتنے رونما ہورہے ہیں (ہم اللہ کی اس سے پناہ چاہتے ہیں) ان کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«**ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الماشي، والماشي فيها خير من الساعي، ومن تشرف لها**

تستشرفه، ومن وجد ملجأ أو معاذاً فليعذ به».

« عنقریب ایسے فتنے پیدا ہوں گے جن میں بیٹھا رہنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہو گا، اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے، اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا، جو شخص دور سے ان کو جھانکے گا وہ اس میں مُبتلا ہو جائے گا، اس وقت جس کسی کو کوئی پناہ کی جگہ یا بچاؤ کا مقام مل جائے وہ اس میں چلا جائے » [بخاری: (۷۰۲۱، ۷۰۸۱)، مسلم (۲۸۸۶) بروایت ابوہریرہ]

فتنوں کے ظہور سے جو حالات پیدا ہوں گے ان میں انشغال سے قبل اللہ کے رسول ﷺ نے (اپنی امت کو) نیک عمل کرنے پر اُبھارا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «بادروا بالأعمال فتناً كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافراً، أو يمسي مؤمناً ويصبح كافرا، يبيع دينه بعرض من الدنيا».

« ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ظاہر ہوں گے جلدی جلدی نیک کام کرلو، جن کے اثر سے صبح کو آدمی مومن ہو گا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن اور صبح کو کافر، دنیا کی معمولی چیز کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالے گا » [مسلم: ح۱۱۸]

ان تمام فتنوں سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیا جائے، مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کا ساتھ نہ چھوڑا جائے۔

۞ اور یہ (دین میں غلو اور تشدد) ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ زمانۂ نوح سے لے کر اب تک کوئی قوم اس سے بچ نہیں پائی، ضروری ہے کہ اس بیماری کا علاج کیا جائے، جس کے لئے درجہ ذیل طریقوں کو بیان کیا جارہا ہے:

۱- قول و عمل اور اعتقاد میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق اپنانا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **«ترکت فیکم شیئین لن تضلوا ما إن تمسکتم بهما: کتاب الله وسنتي»**.

«(لوگو!) میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اپنی سنت چھوڑ کر جارہا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے»

[مؤطا امام مالک (۱۶۶۲)، مستدرک حاکم (۱/۱۷۱)، سنن بیہقی، امام حاکم اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

۲- زہد وورع اور تقوی میں معروف، ٹھوس اور گہرے علم والے علماء سے دین کی سمجھ حاصل کرنا، جن کی داڑھیاں دین کو سیکھنے اور سکھانے میں سفید ہوگئیں، ان میں سر فہرست اس مبارک ملک کے بڑے علماء کی کمیٹی، اسی میں ہمارے لئے ہر قسم کی بھلائی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: **«من یرد الله به خیراً یفقه في الدین»**.

«اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے» [بخاری: ح ۷۱، ۳۱۱۶، مسلم: ح ۱۰۳۷]

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس کے ساتھ اللہ بھلائی نہیں چاہتا اسے دین کی سمجھ

نہیں دیتا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كل العلوم سوى القرآن مشغلة

إلا الحديث وعلم الفقه في الدين

العلم ما كان فيه حدثنا

وما سوى ذاك وسواس الشياطين

قرآن وحدیث اور دینی تفقہ کے علاوہ جتنے علوم ہیں سب ایک مشغلہ ہیں، علم وہ ہے جس میں «حدثنا» ہو اس کے علاوہ باقی شیطانی وسوسے ہیں۔

۳- سلفِ صالحین کے منہج کا التزام جس پر اس امت کے اچھے لوگ رہے ہیں، یعنی افراط و تفریط سے پرہیز کریں، امت وسط بنیں اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے کنارہ کش نہ ہوں، آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اسی بات کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہو۔

۴- اس گہوارۂ امن میں اجنبی گمراہ کُن افکار وخیالات رکھنے والے بھٹکے ہوئے لوگوں سے بچنا، تکفیری فتنوں کو بھڑکانے والی کتابوں اور ان کی دعوت کا مقابلہ کرنا، نیز ہم میں سے جن لوگوں نے ان کے حق میں عصبیت سے کام لیا ہے ان کے افکار ومناہج کو اپنایا ہے -جو دراصل خوارج کے افکار ہیں- ان کی کتابوں کی ترویج واشاعت کی

ہے، ان کا دفاع کیاہے، اس کے بالمقابل اس ملک کے کبار علماء اوراجلہ دعاۃ (مبلغین) پر طعن و تشنیع کی ہے -اللہ ہی سے شکوہ ہے-ایسے تمام لوگوں کا مقابلہ کرنا۔

کسی شاعرنے کہاہے:

فرصـــاص مـــن أحبتـــه ذهـــب

كما ذهب الذي لم ترض عنه رصاص

(جو سیسہ محبوب کی طرف سے آئے وہ سونا ہے، جیسا کہ وہی سونا سیسہ ہے جو اس شخص کی طرف سے آئے جس سے توراضی نہیں ہے)

۞ پس اے جوانو! تمہارے اوپر شفقت اور خیر خواہی کے جذبے سے یہ باتیں کہ رہا ہوں کہ (ان افکار و مناہج کو چھوڑ کر) جادۂ مستقیم کی طرف پلٹو اور جن سے اپنے دینی احکام لے رہے ہو ان کو اچھی طرح پہچان لو، کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو دعوت دین کا بیڑا اٹھائے وہ مخلص بھی ہو، اس لئے کہ اہلِ اہواء (نفس پرستوں) کی کمی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللهِ﴾ [الأنعام:١١٦]

«اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہاماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی

راہ سے بے راہ کر دیں».

اہلِ بدعت، گمراہ کُن منہج کے حاملین اور جو لوگ ان کی اتباع میں ان کی گمراہیوں اور فتنوں کو پھیلارہے ہیں ایسے تمام لوگوں کی کتابوں سے بچو، علماء ربانی اہلِ سنت وجماعت کی کتابوں اور ان کی کیسٹوں کا اہتمام کرو، کیونکہ یہی لوگ آپ کے خیر خواہ ہیں، تمہارے اوپر منڈلانے والے سنگین خطرات کا یہی صحیح ادراک رکھتے ہیں، تاکہ تمہارا دین محفوظ رہے، اپنے آپ کی حفاظت کرو، دنیاوآخرت کی سعادت مندی سے تم ہمکنار ہو جاؤ، اللہ ہمیں اپنی رضا کے کام کرنے، اور ناپسندیدہ امور سے بچنے کی توفیق بخشے، آمین۔

قارئین کرام! مسئلہ تکفیر اور اس کے ضوابط کے سلسلہ میں ذیل میں آنے والا شیخ صالح الفوزان کا کلام غور سے پڑھیں، ان (کلمات) کے ذریعہ اللہ ہمیں نفع پہنچائے، اور علامہ موصوف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

موصوف حمد وصلاۃ کے بعد فرماتے ہیں:

۞ تکفیر کا معنی ہے اسباب کفر میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا، اس باب میں لوگ تین قسم کے ہیں: ایک تو وہ ہیں جو افراط و غلو سے کام لیتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو تفریط و جفا کو اپنائے ہوئے ہیں، تیسرے وہ ہیں جو راہِ اعتدال پر ہیں۔

☜ صنف اول میں عہد قدیم اور عہد جدید کے خوارج ہیں جو تکفیر میں غلو سے کام لیتے

ہیں، چنانچہ کفر وشرک کے علاوہ تمام مُرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں، یہ مذہب باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ [النساء:۴۸] «یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے».

حدیث قدسی میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ «اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس پوری زمین بھر کر گناہ لے کر آئے اس حال میں کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہو گا تو میں اسی مقدار سے مغفرت لے کر تجھ سے ملوں گا»۔

☜ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلم صدق دل سے ایمان کا اقرار کرلے تو کسی بھی حرام کام کے ارتکاب یا کسی بھی واجب کے چھوڑنے سے کوئی نقصان نہ ہو گا، اس لئے کہ ان کے نزدیک ایمان محض تصدیقِ قلب کا نام ہے، عمل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں ہے، یہ مذہب اگلے اور پچھلے تمام مُرجئہ کا ہے، اور دورِ حاضر کے زیادہ تر اُن اصحابِ قلم نے اسی مذہب کو اپنایا ہوا ہے جنہوں نے عقیدۂ سلف کو نہیں پڑھا، چنانچہ وہ سمجھتے ہیں کہ تکفیر مُطلق جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک تکفیر مطلق تشدد اور غلو ہے، اگرچہ کوئی سارے اسلام کے منافی امور کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ یہود ونصاری جو رسالتِ محمدی کا انکار کرتے ہیں، عیسیٰ اور عُزیر علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اللہ

کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اللہ فقیر ہے، اور وہ غنی ہیں، جنہوں نے تثلیث (اللہ تین میں کا تیسرا ہے) کا عقیدہ گڑھ رکھا ہے، ان تمام اُمور کے باوجود یہ کافر نہیں سمجھتے، یہ تو ارجاء کی آخری شکل اور حد درجہ کی گمراہی ہے، اس لئے کہ اللہ نے ان تمام کو کافر کہا ہے جو رسالتِ محمدی کا اقرار نہیں کرتے خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا غیر اہلِ کتاب میں سے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءهُمْ﴾ [القصص:٥٠] «پھر اگر یہ تیری بات نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں».

نیز ارشاد ہے: ﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ﴾ [المائدۃ:٧٣]

«اور وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہوگئے جنہوں نے کہا اللہ تین کا تیسرا ہے».

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ [المائدۃ:٧٢]

«بے شک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے».

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ [المائدۃ:٧٨] «بنی اسرائیل کے کافروں پر۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ

ابن مریم علیہما السلام۔کی زبانی لعنت کی گئی ».

نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُوْلَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ [البينة:6]

«بے شک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین، سب دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں».

ایک مقام پر ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [المائدة:٥١] «اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہیں میں سے ہے».

۞ یہ مذہب باطل اور ہر مفسد (فساد برپا کرنے والے) اور ضال (گمراہ) کو یہ آزادی دیتا ہے کہ وہ ارتداد اور گمراہی کے جو کام بھی کرنا چاہیں کریں، یہ لوگ انہیں اسلام کا پروانہ دے رہے ہیں۔ پہلا مذہب بھی باطل ہے کیونکہ یہ لوگ شرک وکفر کے علاوہ گناہوں کے مجرد ارتکاب پر بہت سے مسلمانوں پر کفر کا حکم لگا رہے ہیں، اور معصوم وبے قصور لوگوں کا خون بہانے، امراء اور حُکام کے خلاف خروج (بغاوت) کرکے مسلمانوں کے اتحاد کو پامال کرنے اور حکومت کو گرانے کا سبب بن رہے

ہیں، نیز دھماکے کرکے خوف وہراس پیدا کرنے اور ملک کی پُرامن فضا کو بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں، آج اس باطل مذہب اور فاسد رائے کے حاملین کی صورت حال یہی ہے، یہی سب کچھ کرکے وہ لوگ کفار کی خواہشوں کو پورا کررہے ہیں، اور دہشت گردی کا خاتمہ کے بہانے کافروں کو مسلمانوں کے معاملات میں دخل اندازی کا موقع فراہم کررہے ہیں، جب کہ درحقیقت دہشت گردی کو بڑھاوا دینے والے کفار ہی ہیں، یہی لوگ ان (دہشت گردوں) کی پُشت پناہی کررہے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو کمزور بناکر پھر ان پر ضرب کاری لگاکر اپنے اغراض ومقاصد حاصل کریں، جیساکہ امر واقعہ بھی یہی ہے۔

۞ خوارج ومُرجئہ دونوں فرقوں نے غیر واضح دلیلوں کا سہارا لیا، چنانچہ خوارج نے نصوص وعید[1] کو اور مُرجئہ نے نصوص وعد[2] کو اپنی بنیاد بنایا، جب کہ اس بارے میں حق بات وہی ہے جس پر اہلِ سنت وجماعت کے لوگ ہیں یعنی نصوص وعد ووعید میں تطبیق دی جائے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الألْبَابِ،رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ

---

(1) وہ آیت وحدیث جس میں کسی گناہ پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

(2) قرآن وحدیث کے وہ نصوص جن میں کسی عملِ خیر پر اجر وثواب یا نجات کی امید دلائی گئی ہے۔

رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ،رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لاَّ رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللّهَ لاَ يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾ [آل عمران:٧ - ٩] «اور پختہ ومضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے، اے ہمارے رب تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا».

[پہلی آیت میں مضبوط علم والے کے بیان سے پہلے ان لوگوں کا بیان ہے جو متشابہات کے پیچھے پڑکر اپنے مقصد تلاش کرتے ہیں پھر مضبوط علم والے کا بیان ہے جو ان متشابہات پر ایمان لاتے ہیں]

۞ چنانچہ اہلِ سنت وجماعت کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شرک وکفر کے علاوہ کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اسے وعید کا سامنا تو ہے تاہم مشیت الٰہی کے تابع ہے، اگر چاہے تو بقدر گناہ اسے عذاب دے، یا بغیر سزا کے معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ [النساء:٤٨]

«یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے سوا جسے

چاہے بخش دیتا ہے » .

اور اگر اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ کی سزا بھی دے تو دائمی جہنمی نہ ہوگا، بلکہ جہنم سے نکلے گا اور ایمان وتوحید کے سبب بعد میں جنت میں داخل ہوگا، پس ایسا شخص نہ مومن کامل ہے جیسا کہ مُرجئہ کا مذہب ہے، اور نہ ہی وہ بالکل ایمان سے خارج کافر ہے جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔

۞ اہلِ سنت وجماعت اس وقت تک کسی مسلمان پر کفر یا ارتداد کا حکم نہیں لگاتے جب تک کہ اسلام کے متفق علیہ منافی امور جو علماء کے نزدیک معروف ہیں ان میں سے کسی امر کا مرتکب نہ ہو جائے، نیز جس پر ارتداد اور کفر کا حکم لگایا جائے گا ذیل میں آنے والے شرائط کا اس کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) جاہل نہ ہو کہ جہالت کی وجہ سے وہ معذور سمجھا جائے۔ جیسے کوئی نیا مسلمان ہوا اور شرعی احکام کو ابھی تک نہ جان سکا، یا ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں اسلام کا بول بالا نہ ہو، قرآن کی تعلیمات قابلِ فہم انداز میں اس تک نہ پہنچی ہو، یا کوئی ایسا مخفی حکم ہو جو محتاجِ بیان ہو۔

(۲) وہ مجبور نہ ہو کہ اپنی مجبوری کی وجہ وہ صرف چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿مَن كَفَرَ بِاللّهِ مِن بَعْدِ إيمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَـكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[النحل:١٠٦]

«جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر بر قرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب اور انہیں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے».

آیت اس امر پر دلیل ہے کہ جو شخص مجبوراً کلمئہ کفر استعمال کرے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور اس کا مقصد صرف چھٹکارا حاصل کرنا ہو تو وہ کافر نہ ہو گا۔

(۳) وہ ایسی تاویل کرنے والا نہ ہو جسے وہ صحیح سمجھ رہا ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ اس کی اس غلطی کو واضح کیا جائے۔

(۴) جہالت کی وجہ سے کسی ایسے شخص کی تقلید کرنے والا نہ ہو جسے وہ حق پر سمجھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کی (جس کی تقلید کر رہا ہے) گمراہی کو واضح نہ کر دیا جائے۔

(۵) دین کا پختہ علم رکھنے والے ہی کسی کے مُرتد یا کافر ہونے کا حکم لگائیں گے جو ہر حکم کو اس کا صحیح مقام دیتے ہیں، اس بارے میں کسی جاہل اور طالب علم کے حکم کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

خلاصئہ کلام یہ کہ صحیح اور واضح دلیل کے بغیر کسی مسلمان کو خارج از اسلام قرار دینا ایک خطرناک امر ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «جو شخص اپنے بھائی کو یا کافر کہتا ہے، یا کہتا ہے کہ اے فاسق، یا اے اللہ کے دشمن، حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو وہ کلمئہ کفر اسی کی طرف لوٹ آتا ہے» نسأل الله العافية..

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

علامہ موصوف کا مذکورہ کلام اس شخص کے لئے کافی وشافی ہے جو راہِ حق کی تلاش میں ہو، لیکن جس کی خواہش اس کے نفس کے تابع ہو اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ نسأل الله لنا وله الهداية.

۞ قسم قسم کے ناموں کی جماعتیں اور فرقے پائے جارہے ہیں، یہ جماعتیں ہمارے معاشرہ میں نو وارد ہیں، مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی باغی ہیں، ان کی تکفیر، ان پر طعن وتشنیع اور ان سے متنفر کرنے میں سب ایک ہیں، جب بھی انہیں قوت وشوکت حاصل ہوتی ہے، اور انہیں موقع ملتا ہے، مسلمانوں کا خون بہانے سے پیچھے نہیں رہتیں، ان کے شر وفساد میں اضافہ ہوا ہے، دنیا کے مشرق ومغرب میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، اس طرح ہر چہار جانب بد امنی کا بازار گرم ہے، حُکام کے خلاف ان کی اس بغاوت سے اسلام کا حقیقی وروشن چہرہ داغدار ہو کر رہ گیا، اگر یہ سلف صالحین کے منہج کو اپناتے تو یہ خود بھی سلامت رہتے، اور مسلمان بھی ان کے شر سے محفوظ رہتے۔

حضرت امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: « ہر دور کے علماء اس بات پر متفق رہے ہیں کہ خوارج (باغیوں کی جماعت) ایک بُری قوم ہے، اللہ اور اس کے رسول کی نا فرمان جماعت ہے اگرچہ وہ نماز، روزہ اور دیگر عبادتوں میں اجتہاد سے کام لیں، یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے) کے کتنے ہی پابند کیوں نہ ہوں، ان کے لئے فائدہ مند نہیں، اس لئے کہ یہ اپنی نفسانی خواہشات کے

مطابق قرآن کی تاویل و تفسیر کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے اوپر ملمع سازی کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں ایسے لوگوں سے بچنے کو کہا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ خوارج نہایت ہی ناپاک، نجس اور بد اخلاق قوم ہے، اور اگلے پچھلے تمام خارجی اس مذہب کو اپنے بزرگوں سے لیتے ہیں، امراء اور حکام کے خلاف بغاوت کرتے اور مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھتے ہیں»۔ [الشریعۃ:ص۲۱-۲۲]

۞ میرے بھائیو! بلاشبہ فتنے کا معاملہ بڑا اہم اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے، جس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سلف صالحین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت کو اپنے قول و عمل اور اعتقاد میں مضبوطی سے تھام لیا جائے، نہ کہ شدت پسند اور بھٹکے ہوئے جاہلوں کے منہج کے مطابق، اور جو شخص ان جماعتوں کے بہکاوے میں آگیا ہے اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے ان کے گمراہ کُن افکار ومناہج سے دور رہے، کیونکہ اس سے مسلمانوں کے اختلاف و تفرق میں اضافہ ہی ہوا ہے، بلکہ اس طرح وہ لوگ اعداء اسلام کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان میں سے کسی پر یہ بات اگر واضح ہوگئی ہو کہ اس نے جو راستہ اپنایا ہے وہ بد نظمی اور افراتفری کی راہ ہموار کرتا ہے، امن وسلامتی کے لئے اس میں خطرہ ہے، شبہات اور ملمع سازی کے ذریعہ عوام اور جوانوں کو گمراہ کرتا ہے، تو اس پر واجب ہے کہ صراط مستقیم کو اپنا لے، اور ان باطل نظریات اور ان کی ترویج واشاعت کی ذمہ داریوں سے اپنی براءت کا اعلان کرے، اس لئے کہ بہت سارے نوجوان ابھی تک ان (باطل

نظریات کے حاملین) کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو جوانوں کی قیادت کا اہل اور ان کی توجیہ ورہنمائی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، اور اس ملک کی صورت حال کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں جو جوانوں کو مایوسی پر آمادہ کرتی ہے، اور انہیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ شرعی طریقوں سے اب اصلاح ناممکن ہے، اس کے لئے سختی اور قوت کی ضرورت ہے۔

چنانچہ جب ان جوانوں نے یہ بھیانک اور خطرناک کام کرنا شروع کر دیا تو یا وہ قتل کئے گئے یا انہوں نے قتل کیا یا پھر جیلوں میں ڈال دئے گئے، تو وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے، ان سے براءت کا اظہار اور ان پر رد کرنے لگے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکا ہے، ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ جوانوں کو راہِ ضلالت پر ڈالنے اور انہیں بے وقوف بنانے میں ان کے علاوہ کس کا ہاتھ ہے؟

ہم نے ایسے کتنے گرفتار ہونے والوں سے سنا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم شرعی علوم سے واقف نہ تھے اس لئے ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے، پھر وہ اپنے (احمقانہ) کرتوت پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرنے لگے۔

۞ اور یہ اپنے آپ کو جوانوں کا راہنما سمجھنے والے کیا وہ اسلام کی خدمت اور اس کا نام روشن کر رہے ہیں؟ جیسا کہ ان کا دعوی ہے، نہیں ہر گز نہیں اللہ کی قسم، وہ اپنے عمل سے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

امام محمد بن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «جب سے ان لوگوں کا معاملہ سامنے آیا جو

بغیر حکمت کے کام کرتے ہیں، دنیا کی نگاہوں میں عموماً اور اہل مغرب کے نزدیک خصوصاً اسلام کا روشن چہرہ مزید داغدار ہو گیا ہے، میری مراد ان لوگوں سے ہے جو لوگوں کے مجمع (بھیڑ) میں دھماکے کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جتنی بھلائی کی ہے اس سے کہیں زیادہ اسلام اور اہل اسلام کو دنیا کی نگاہ میں ناپسندیدہ بنادیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے کیا نتیجہ دیا؟ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ (ان کے اس عمل سے) کیا کفار اسلام سے قریب آرہے ہیں یا اس سے مزید نفرت کرنے لگے ہیں؟ مسلمانوں میں سے اب ہر شخص اپنا چہرہ چھُپا رہا ہے کہ کہیں اس جماعت کی طرف منسوب نہ کر دیا جائے حالانکہ اسلام اس جماعت سے بَری ہے، حتی کہ جب جہاد فرض ہوا تھا کیا صحابہ کرام کفار کے علاقے میں گھس کر اس طرح کی کاروائی کر کے ان کو قتل کرتے تھے؟ کبھی نہیں، وہ تو کسی ایسے ولی امر کی قیادت میں جہاد کرتے تھے جس کے پاس جہاد کی طاقت ہو۔

لیکن اللہ کی قسم، یہ دہشت گردی تو مسلمانوں کے لئے عیب ہے، میں اس پر اللہ کی قسم کھاتا ہوں، کیونکہ میں اس کے بُرے نتائج دیکھ رہا ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس سے اسلام کا نام تو اور بدنام ہو رہا ہے، اگر ہم حکمت و دانائی کی راہ اختیار کرتے، اور اپنے اندر خوف الٰہی اور تقوی پیدا کرتے ہوئے پہلے اپنی اصلاح کرتے، پھر شرعی طریقوں سے غیروں کے اصلاح وسُدھار کی کوشش کرتے تو اس کا نتیجہ اچھی صورت

میں ظاہر ہوتا،،،» انتهى كلامه. [کیسٹ شرح اصول التفسیر ۱۴۱۹ھ]۔

۞ جوانوں کے ذمہ داران کو میری نصیحت ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی نگاہوں میں رکھیں کہ وہ کدھر جاتے ہیں اور کس قسم کے لوگوں کے ساتھ آتے جاتے ہیں، کس طرح کے لوگوں سے علم اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں، کیونکہ وہاں کچھ فتنوں کے داعی (فتنوں کی طرف بلانے والے) تمہاری حُسن نیت–جو کہ غیر محل ہے–اور غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہارے بچوں کے گرد منڈلا رہے ہیں۔

ان میں سے ایک شخص سے میں نے عراق میں اس کے بیس سالہ بیٹے کے وفات کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ کیا تم اپنے بیٹے کے دوستوں کو جانتے ہو؟ تو وہ نہیں جانتا تھا، اور اس طرح جانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آیا، اور اس کے علاوہ بہت سارے گئے!!

۞ یہی وہ منفی پہلو اور امانت کی بربادی ہے جس نے ہمارے بچوں کو ہلاکتوں میں ڈال کر اسلام اور ملک کو بدنام کرنے میں حصہ دار بنایا ہے۔ (اہلِ ایمان کو ان کی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے) اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحریم:٦]

«اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر».

نیز حدیث میں (اس ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی) ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: «**كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته**».

«تم سارے کے سارے حاکم ہو، اور تم سب کے سب اپنی رعایا کے بارے میں سوال کئے جانے والے ہو» [بخاری:ح ۵۲۰۰، مسلم:ح۱۸۲۹]

۞ اے جوانو! جس پر امت نے اپنی امیدوں کی بنیاد رکھی ہے اور تم سے یہ توقع رکھتی ہے کہ دیگر قوموں کے مقابلہ میں تم اس کا سہارا ہو، ان لوگوں کو پہچانو جن سے دین وہدایت حاصل کر رہے ہو، شیطان کے آلۂ کار نہ بنو جو تمہارے لئے دنیا وآخرت کی رسوائی کا پورا سامان تیار کر رہا ہے، مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہو، اس لئے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، ایسے نفس پرستوں اور بدعتیوں سے دھوکہ نہ کھاؤ جنہیں اپنے اوپر ناز ہے، جنہوں نے تعظیم میں غلو کرتے ہوئے ایک دوسرے کو اس مقام تک پہنچادیا کہ اب وہ نو پیش آمدہ مسائل وحوادث اور فتنوں میں علماء کرام کی مخالفت کرنے لگے، اور ایسے امور میں فتوے دینے لگے جو ان کا اپنا موضوع نہیں ہے۔

۞ بلا شبہ یہ عمل مسلمانوں کی صف میں دراڑ ڈالنے، حد سے تجاوز، اللہ کے بندوں پر زیادتی، مسلمانوں اور ان کے امام کے خلاف بغاوت میں شمار کیا جائے گا، ہر زمانہ میں فتنہ برپا کرنے والوں کا یہی وتیرہ ہے، علماء کے اقوال کی عدم اہمیت اور حکام کی توہین سب میں قدر مشترک ہے، جب کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کا عزت واحترام

کریں، ان کے ساتھ تعاون کریں، اور بھلائی میں ان کی اطاعت کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: **«من أكرم سلطان الله تبارك وتعالى في الدنيا أكرمه الله يوم القيامة، ومن أهان سلطان الله تبارك وتعالى في الدنيا أهانه الله يوم القيامة».**

«جس نے دنیا میں اللہ کے سلطان کی عزت کی، قیامت کے دن اللہ اس کی عزت کرے گا، اور جس نے اس کی اہانت کی، بروز قیامت اللہ اسے ذلیل کرے گا» [ترمذی (۲۲۲۵)، مسند احمد (۵/ ۴۲-۴۸-۴۹) بروایت ابو بکرہ، اور دیگر کتب حدیث، علامہ البانی نے اسے حسن کہا ہے (الصحيحه: ٥/ ٣٧٦)]

اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: **«من نزع يده من طاعة لم يكن له يوم القيامة حجة، ومن مات وهو مفارق للجماعة فإنه يموت ميتة جاهلية».**

«جس نے (امیر کی) اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا، قیامت کے دن اس کے پاس کوئی دلیل وبُرہان نہ ہوگی، اور جس کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ جماعت سے علیحدہ تھا تو اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہوگی» [مسند احمد، ابن ابی عاصم، علامہ البانی نے اسے حَسن کہا ہے]

۞ امام محمد بن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی علماء اور امراء کے وقار کو گرانے کی کوشش کرتا ہے تو بدامنی پھیل جاتی ہے، شریعت کا ضیاع ہوتا ہے، اس لئے کہ علماء پر کلام کرنے سے عوام کا اعتماد ان سے اٹھ جاتا ہے، اور جب امراء پر کلام کیا

جائے گا تو ان کی نافرمانی ہوتی ہے، اور زمین میں شر وفساد پھیلتا ہے۔[رسالہ: راعی اور رعیت کے حقوق]

سہل التستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تک لوگ امراء اور علماء کی عزت کرتے رہیں گے خیر وبھلائی ان کے ساتھ رہے گی، چنانچہ اگر لوگ امراء اور علماء کی عزت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا وآخرت کو درست کر دیتا ہے، اور جب ان کے مرتبہ کو کم کریں تو اپنی دنیا وآخرت خراب کر لیتے ہیں۔ [تفسیر قرطبی ۵/ ۲۶۰]

۞ اور یہ لوگ جو جوانوں کے قائد بنے بیٹھے ہیں اپنے فلسفیانہ کلام اور اعلیٰ ڈگریوں کے باوجود کیا وہ اہلِ ضلال اور انحراف پسند لوگوں کے پیچھے دوڑنے سے اپنے آپ کو بچا سکے؟ بلکہ یہ تو ان کی مدح وسرائی کرتے پھر رہے ہیں، ان کے مؤلفات کی طرف لوگوں کی راہنمائی کر رہے ہیں، ان کتابوں میں کس قدر فتنے ہیں اللہ ہی کو معلوم ہے، اس لئے کہ علم ڈگریوں، کثرت روایات ومقال، قصص اور اشعار کے بیان کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، یہ تو تقوی، خشیت الہی، حُسن نیت اور لوگوں کے ساتھ حُسن سلوک سے ملتا ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ وہ نور پیدا کرتا ہے جس سے حق اور باطل کے درمیان تمیز پیدا کر سکیں، کھرے کھوٹے کی پہچان کر سکیں، یہ اللہ کی طرف سے اپنے مخلص بندوں کے لئے ایک عطیہ ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ [یوسف: ۲۲]

« اور ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ».

یعنی خالق کی بندگی میں جد وجہد اور نصیحت وخیر خواہی، اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے اور ان پر احسان کرنے کے صلہ میں ہم انہیں نفع بخش علم عطا کرتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب مقام احسان کو پورا کیا تو اللہ نے اس کے صلہ میں حاکم بنا دیا، بہت سارے علوم اور منصبِ نبوت سے انہیں سرفراز فرمایا۔ [تفسیر ابن سعدی ص:۳۹۵-۳۹۶]

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم وحکمت ایک نور ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے، اور یہ بہت زیادہ مسائل یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ [ابن عبد البر نے اسے «جامع بیان العلم وفضلہ» میں ذکر کیا ہے]

حضرت امام احمد سے کسی نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ، آپ کے بعد ہم کس سے دریافت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: عبد الوہاب الورّاق سے، لوگوں نے کہا: ان کے پاس اتنا علم نہیں ہے جتنا آپ کے پاس ہے، امام صاحب نے کہا کہ عبد الوہاب حلال رزق کھاتا ہے، اور اس کی نیت (صالح) ہے، اور اس طرح کا شخص (اللہ کی طرف سے) موفق (توفیق یافتہ) ہوتا ہے۔ [طبقات حنابلہ ۲/۲۰۱]

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اے قُراء کی جماعتو! تم سے پہلے جو (نیک) لوگ تھے ان کے راستے کو اپنالو، اللہ کی قسم اگر تم سیدھے راستے پر چل پڑے تو آگے ہی بڑھتے رہوگے، اور اگر اس کو چھوڑ کر دائیں اور بائیں جاؤگے تو دور کی گمراہی میں واقع ہو جاؤگے۔ [اعلام الموقعین لابن القیم ۴/۵۸۰]

امام احمد وغیرہ نے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ صحابہ کرام کی پیروی کرے، اس لئے کہ یہ لوگ باعتبار قلب اس امت کے سب سے نیک لوگ تھے، علم میں سب سے گہرے اور تکلفات سے بہت دور تھے، لوگوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے، کیفیات وحالات کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے، یہ وہ لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صُحبت اور اقامت دین کے لئے ان کا انتخاب کرلیا تھا، لہذا ان کے فضل کو پہچانو، ان کے نقش پا کو اپنالو، اس لئے کہ وہ لوگ صراط مستقیم پر تھے۔
[اعلام الموقعین ۴/ ۵۷۹-۵۸۰، وغیرہ]

مزید فرماتے ہیں کہ جب تک لوگ صحابہ کرام اور اپنے بڑوں سے علم حاصل کرتے رہے تو نیک اور آپسی اتفاق سے رہے، اور جب ان سے چھوٹوں سے علم حاصل کرنے لگے تو ہلاک ہوگئے۔

۞ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل فلسفہ کی کتابوں کی طرف توجہ کرنے سے متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح کے لوگوں سے پرہیز کرو اور رسولوں کے متبعین کی صُحبت اختیار کرو، جن کی تائید ہدایت کے نور اور ایمان کے دلائل سے ہوتی ہے، جنہیں شبہات وشہوات میں دقّتِ نظر حاصل ہے، جو واردات رحمانی اور واردات شیطانی میں فرق کرتے ہیں، جو عالم باعمل ہیں، در حقیقت یہی لوگ اللہ کے گروہ ہیں، اور کامیابی سے یہی لوگ ہمکنار ہوں گے۔ [مجموع فتاوی ۱۱/ ۶۹۷]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب فتنے کا ظہور ہوتا ہے تو ہر عالم کو اس کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے، اور جب جانے لگتا ہے تو ہر جاہل اسے جان لیتا ہے۔

[طبقات ابن سعد ۷/۱۶۶]

یہ ان لوگوں کی چند وصیتیں ہیں جو اس امت کے نیک لوگ تھے، اپنے دین کے معاملہ میں سب سے زیادہ ڈرنے والے اور سب سے زیادہ غیرت مند تھے، اللہ انہیں ہمارے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر بدلہ دے۔

۞ جوانو! صراط مستقیم پر ثابت قدمی اور اس سے انحراف سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس امت کے سچے اور خیر خواہ علماء کے نقش قدم کی پیروی کی جائے، وہ اس طرح کہ ہم پر ان کے جو حقوق ہیں انہیں پہچانیں، ان کے منہج کو اختیار کریں، وہ جہاں ٹھہر جائیں ہم بھی وہیں رُک جائیں، جہاں وہ چلیں وہیں ہم بھی چلنے لگیں، پیش آمدہ مشکلات میں ان کی طرف رجوع کریں، ان سے مشورے لئے جائیں، خصوصاً نقطہائے نظر میں اختلاف اور نزول فتن کے وقت، اس لئے کہ انبیاء کے سچے وارث یہی علماء کرام ہیں، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے[1]۔

---

(1) بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے اپنے ورثے میں دینار و درہم نہیں چھوڑے، وہ تو (دین کا) علم ہی ورثے میں چھوڑ کر جاتے ہیں، جس نے اسے حاصل کیا اس نے (نبیوں کی وراثت میں سے) وافر حصہ پالیا۔ [ابوداؤد، ح: ۳۶۴۱، ترمذی ح: ۲۶۸۲، ابن ماجہ، ح: ۲۲۳]

۞ علماء کرام ہی نزول فتن کے وقت سب سے زیادہ صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہیں، عُجلت پسندی سے بہت دور رہتے ہیں، نہ خواہشات کے طوفان میں بھٹکتے اور نہ ہی جذبات انہیں مسحور کرسکتے، اس لئے کہ یہ حق کے راہی اور نورِ ہدایت سے مؤید ہوتے ہیں، امت پر منڈلانے والے بھیانک خطرات کا یہی ادراک کرتے ہیں۔

۞ اس خطہ (منطقۂ خلیج) کے المناک حادثات نے ہر صاحبِ بصیرت پر یہ بات عیاں کردی ہے کہ اس ملک (سعودی عرب) کے علماء ہی قابل اعتماد اور صحیح علمی مرجع ہیں، اس کے بر خلاف کچھ لوگ یہ کہتے سنائی دے رہے ہیں- جو کہ سراسر جھوٹ اور جعل سازی ہے- کہ خلیجی فتنوں نے اس کے برعکس ثابت کیا ہے۔

۞ اگر کوئی یہ پوچھے کہ وہ کون علماء ہیں جن کی اقتدا ہم پر واجب ہے، اور جن کی طرف ہم رجوع کرسکتے ہیں؟ اور کون اہل اہواء (نفس پرست) اور بدعتی ہیں جن سے دور رہ کر ہم اپنے آپ کو بچاسکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ -الحمد للہ- مخلص علماء کرام کی ایک کثیر تعداد ہے جو ان علماء سے بے نیاز کرتے ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے، ان میں سے کچھ تو اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں -رحمہم اللہ- اور بعض دوسرے ابھی تک بقید حیات ہیں، - اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور اطاعت وبندگی کے لئے ان کے عُمر دراز کرے-

۞ خلفاء اربعہ اور صحابہ کرام کے بعد ان علماء میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے (جن کے پاس ہم مسئلے کا حل تلاش کرسکتے ہیں) ۔جیسے ائمہ اربعہ (چاروں امام)، شیخ

الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، علامہ ابن الجوزی، علامہ ابن ابی العز الحنفی، امام طحاوی، امام سفیان ثوری، امام بربہاری، امام محمد بن عبد الوہاب، علامہ ابن سعدی، علامہ الشنقیطی (صاحب اضواء البیان)، امام ابن باز، امام محمد بن عثیمین، علامہ ناصر الدین البانی، سماحۃ الشیخ عبد العزیز آل الشیخ (مفتی عام مملکت عربیہ سعودیہ)، علامہ صالح الفوزان، شیخ اللحیدان، شیخ غدیان، اور ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں، اللہ ہمیں ان کے علم سے نفع پہنچائے، اسلام اور مسلمانوں کے لئے انہوں نے جو خدمات پیش کی ہیں اللہ انہیں ان کا بدلہ عطا فرمائے۔

۞ البتہ جہاں تک اہل اہواء (نفس پرستوں) اور بدعتیوں کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض متاخرین کا ذکر کیا جاتا ہے، جیسے: حسن البنا، سید قطب، ابوالاعلی مودودی، حسن ترابی، ابو محمد مقدسی، محمد سرور، سعید حوی، اسامہ بن لادن، سعد الفقیہ، اور ان کے علاوہ بہت سارے – اللہ ہمیں اور انہیں ہدایت سے نوازے – اور تمام اموات مسلمہ پر رحم کرے۔

۞ پس جو شخص مخلص علماء اوائل کی خوبیاں بیان کرے اوران کی تعریف کرے، ان کے مؤلفات کی طرف رہنمائی کرے، ایسا شخص آپ کا خیر خواہ ہے، اس کی بات قبول کرلیں، اس لئے کہ اس نے اس امت کے انفاس قدسیہ اور سب سے نیک ہستیوں کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہے۔

اور جو شخص ان بدعتیوں اور نفس پرستوں کی تعریف کرتا ہے، ان کے مؤلفات

(کتابوں) کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس سے اسی طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگا جاتا ہے، اس لئے کہ یہ شخص تمہیں دھوکہ دے رہا ہے، تمہارے اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہے، وہ انکار کرے یا اقرار، چاہے وہ جو کوئی بھی ہو اس کا مقصد صرف فتنے پھیلانا ہے۔

شاید اس وضاحت سے میں نے تصویر کے اس رُخ کو قریب کرنے کی کوشش کی ہے جو بعض پر مُشتبہ ہوگئی اور اس طرح وہ شیطان کے پھندوں میں پھنس گئے۔

۞ بعض بھائیوں نے فون سے مجھ پر کئی اعتراضات کئے، جب ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ فلاں شیخ کو علماء کی فہرست میں کیوں نہیں شامل کرتے؟ ایک دوسرا کہتا ہے کہ آپ مودودی سے لوگوں کو متنبہ کررہے ہیں جب کہ انہوں نے فلاں انعام حاصل کیا ہے، ایک تیسرا حسن البنا اور سید قطب کی تعریف کرتے ہوئے ان کا اور مقدسی کا دفاع کرتا ہے، کہ اس کی کتابیں تو ہم پڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سارے اعتراضات جن سے شدید شخصی تعصب پرستی کی بُو آتی ہے، واجب تو یہ تھا کہ صادق وامین ﷺ جو اپنی خواہش سے نہیں بولتے انہیں کے لئے مکمل تابعداری ہو۔

۞ تو ان تمام سے جواباً عرض ہے کہ علماء کی جس تعداد کا میں نے ذکر کیا ہے وہ بطور مثال ہے، حصر مقصود نہیں، اور جن لوگوں سے میں نے (عوام کو) متنبہ کیا ہے، واللہ ان سے ذاتی انتقام لینا، یا ان کی بے عزتی کرنا– معاذ اللہ– ہرگز میرا مقصد نہیں، لیکن ان کے بعض مؤلفات میں بدعات وضلالات (گمراہیاں) اور جو باطل

پکار اور نعرے ہیں، جس نے بہت سارے مسلم نوجوانوں کو اصل راستہ سے دور کر دیا ہے، (ان لوگوں کی نقاب کُشائی میرا مقصد ہے)، اورآج جن واقعات کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں، یہ سب انہیں (گمراہیوں) کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ ان کی تعظیم میں زبان کھولے ہوئے ان کے افکار پھیلا رہے ہیں کاش یہ اس امر کی خطرناکی کو سمجھتے تاکہ اس سے باز آتے اور ان کے شر سے اپنے آپ کو بچالیتے، اور اپنی دعوت ونصیحت میں اپنے نبی کے منہج کو اختیار کرتے اور اس امت کے سلف صالحین کے طریقہ پر قائم ودائم رہتے، کیونکہ یہی دنیاوآخرت دونوں میں ان کے لئے باعث نجات ہے۔

۞ اور جہاں تک عالمی انعام کا حصول ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شخص غلطیوں سے مُبرّا (پاک) ہے، اس طرح کے انعامات تو بہت سارے کافروں نے بھی حاصل کئے ہیں۔

۞ حسن البنا اور سید قطب کی کتابوں اور ان کی جماعت سے اگر مسلمان دور رہتے تو بہت بہتر ہوتا لیکن اللہ کا جو فیصلہ تھا اسے پورا ہونا ہی تھا۔

۞ (پچھلے صفحات میں) مقدسی نام کے جس شخص سے متنبہ کیا گیا ہے، اس سے مراد ۶۲۰ھ میں وفات پانے والے صاحب کتاب «المغنی» عالم جلیل ابو محمد (ابن قدامہ) المقدسی نہیں، بلکہ اس سے مراد ایک اردنی (اردن کا رہنے والا) شخص ہے، جس نے اپنا یہ نام رکھا ہے، اور کبھی عصام البرقانی کے نام سے ظاہر ہوتا

ہے، اس کے علاوہ اور بھی اس کے کئی نام ہیں، گویا کہ ہر شہر میں اس کا ایک نام ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے (عصر حاضر کے) دو بڑے اماموں عبد العزیز ابن باز اور محمد بن صالح العثیمین رحمہا اللہ کو کافر قرار دیا، اور مملکت سعودیہ عربیہ کی تکفیر میں اس نے «الكواشف الجلية في كفر الحكومة السعودية» نامی ایک کتاب بھی لکھی، کیا کافر ٹھہرانے کے لئے اس مفتون کو یہی ایک ملک ملا تھا جو گہوارۂ امن وسلامتی ہے ؟ نشر خیر، ہر خطہ میں دعوت، قیام امن، (بلا امتیاز) اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنی خدمات پیش کرنا، مسلمانوں کا ہر طرح سے تعاون کرنا، یہ سب ایسی (خوبیاں) ہیں کہ دور حاضر میں اس سے آگے کوئی بھی نہیں، ان باتوں سے میرا مقصد کسی کی چاپلوسی نہیں، بلکہ واقعۃً ایسا ہی ہے اس سے انکار وہی کرے گا جس کے دل میں مرض ہو۔

۞ تعجب تو یہ ہے کہ ان (اہل بدعت وہوائے پرست) کی تعریف میں رطب اللسان وہ لوگ نظر آتے ہیں جن کی نشو ونما اس پاک ملک میں ہوئی ہے، جو توحید اور (کتاب وسنت سے ماخوذ) عقیدۂ صحیحہ کا ایک عظیم قلعہ ہے، لیکن بس یہ جہالت، اندھی پیروی ہی تو ہے، یا پھر نفس پرستی جو نفس پرست کی بصیرت کو اس طرح اندھا کر دیتی ہے کہ وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے، یا پھر حق کو پہچاننے کے باوجود اپنے نفس کی پیروی میں اسے چھوڑ دیتا ہے۔ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ علامہ ابن القیم پر اللہ کی رحمت ہو ان کا ایک قول ہے: اسلام اور قرآن پر جتنے خطرات

آئے ہیں وہ اہل اسلام کی جہالت اور اہل اہواء کی زیادتی کے نتیجے میں آئے ہیں۔

- عقلمندو! یہ فتنے اور گمراہی کی دعوت دینے والے، حکام کے خلاف بغاوت کرنے پر جاہلوں کو ابھارنے والے کب سے امام، شہید، مجدد اور قائد ہو گئے؟ جیسا کہ ان کے چاہنے والے تعصب پرست لوگ کہتے ہیں، لیکن شاید ہم ایسے دور میں ہیں جہاں امانت دار کو خیانت کرنے والا اور خیانت کرنے والے کو امانت دار کہنے کا چلن عام ہو گیا ہے، واللہ المستعان۔

- جن لوگوں سے ہم نے متنبہ کیا ہے جو ان کے حالات کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان کی کتابیں، کیسٹیں اور ان میں سے بعض کے مقالات (مضامین) موجود ہیں جن میں طعن و تشنیع اور شرور وشبہات کی بھرمار ہے، ایسے لوگوں سے متنبہ کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے کیونکہ جن امور کو علماء نے غیبت محرمہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اسے بعض علماء نے ان دو اشعار میں نظم کیا ہے:

الـــذم لـــيس بغيبـــة في ســـتة
مـــتظلم ومعـــرف و محـــذر
ومجـــاهر فـــسقاً ومـــستفت ومـــن
طلـــب الإعانـــة في إزالـــة منكـــر

(چھ صورتوں میں کسی کی مذمت غیبت میں شمار نہیں ہے۔ ظلم کی شکایت کرنے والے، معرفت کرانے والے، اور متنبہ کرنے والا، گناہ کا علی الاعلان مرتکب کی مذمت،

فتوی طلب کرنے والے، اور کسی کی برائی کے ازالہ کے لئے مدد طلب کرنے والا).

۞ جس وقت سعد الفقیہ، اسامہ بن لادن اور مسعری کے بُرے مقاصد کی قلعی نہیں کھُلی تھی، بہت سارے لوگوں پر ان کی حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا تھا، اس سے قبل ہی علامہ ابن باز- رحمہ اللہ - نے سال ۱۴۱۷ھ میں پوری صراحت کے ساتھ ان کا نام لے کر انہیں خبر دار کیا تھا، اپنے دور کے امام اہل سنت پر اللہ رحم کرے اور انہیں وسیع وعریض جنت میں ٹھہرائے۔ (آمین)

۞ البتہ جو کچھ ہم اپنے بعض بھائیوں سے منہج سلف کے مخالفین سے متعلق گفتگو اور ان سے متنبہ کرنے، ان کی گمراہیوں کا پردہ فاش کرنے اور ان کی بدعتوں کا رد کرنے پر نکیر سنتے ہیں کہ یہ چیزیں ایسی ہیں جن سے فتنے بھڑکتے ہیں، بدنظمی اور انتشار پیدا ہوتا ہے، عقیدوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور لوگوں کو الجھن میں مبتلا کرنے اور مسلمانوں کے بیچ پھوٹ ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔

۞ (تو) یہ سب (ایسے مبررات ہیں جن کا) اصول دین سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی اس پر خاموشی سے کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے بَری ہو سکتا ہے، بلکہ ایسا کرنا سنت کی حمایت اور بدعت کا رد، فتنے کا ازالہ، بیان حق اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

۞ شیخ ابن باز رحمہ اللہ ان لوگوں پر رد کرتے ہوئے جو یہ کہتے ہیں کہ (مملکت کے علماء) اشاعرہ کو کافر کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ سلفی علماء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کو کافر کہتے ہیں جن کا ذکر آپ نے کیا ہے، ہاں بہت سی آیات میں

انہوں نے جو تاویل کی ہیں، ان کی ان غلطیوں کو واضح کرتے ہیں، اور یہ بتلاتے ہیں کہ یہ مذہب سلف کے خلاف ہے، ایسا کرنا ان کی تکفیر نہیں ہے، اور نہ اتحادِ امت کو پارہ کرنا ہے، اور نہ ہی یہ تفریق صف میں شمار ہوتا ہے۔

مزید آگے فرماتے ہیں کہ اگر اہل حق اس طرح کے بیان سے خاموشی اختیار کر لیں تو لوگ برابر غلطی کا ارتکاب کرتے رہیں گے، اور دوسرے لوگ ان کی تقلید کرنے لگیں گے، پھر یہ خاموشی اختیار کرنے والے (علماء) ان کے زمرے میں آجائیں گے جو علم چھپاتے ہیں، جس سے اللہ ڈرایا ہے۔ [مجموع فتاوی ۳/۴۷]

۞ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کے وجوب کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: «وہ ائمہ مبتدعین جن کے مقالات (مضامین) کتاب وسنت کے خلاف ہیں، یا جن کی عبادتیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، ایسے لوگوں کے حالات بیان کرنا، اور امت کو ان سے متنبہ کرنا واجب ہے، یہ مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے، یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ جو آدمی نماز اور روزے کا پابند ہے، اعتکاف کرتا ہے، وہ آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے، یا جو بدعتیوں کی حقیقت بیان کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز، اس کا روزہ اور اعتکاف خود اس کے لئے (فائدہ مند) ہے، لیکن جو اہل بدعت پر کلام کرتا ہے (اس کا فائدہ) عام مسلمانوں کو پہنچتا ہے، (اس لئے) یہ افضل ہے۔

۞ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ (اہل بدعت پر رد کرنے کا) فائدہ عام مسلمانوں

کو حاصل ہوتا ہے، یہ ایک طرح سے جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، کیونکہ اللہ راستے، اس کے دین، اور اس کے منہاج وشریعت کی تطہیر، نیز دین پر ان (اہل بدعت) کے حملوں کو روکنا باتفاق امت مسلمہ فرض کفایہ ہے، ان کے شر کے دفیعہ (روکنے) کے لئے اگر اللہ کسی کو نہ کھڑا کرتا تو دین (کا اصلی چہرہ) بگڑ جاتا، اور دین کا بگاڑ اس فساد سے زیادہ عظیم ہے جو حربی دشمنوں کے غلبہ کے بعد واقع ہوتا ہے، اس لئے کہ جب (دشمن) کسی پر قابض ہو جاتے ہیں تو وہ دلوں کو اور دلوں میں جو دین جاگزیں ہے اس کو مکمل تباہ نہیں کرتے بلکہ برائے نام، جب کہ وہ لوگ-یعنی اہل بدعت-دلوں کو جڑ سے تباہ کرتے ہیں۔ [الفتاوی:۲۸/ ۲۳۱-۲۳۲]

مزید فرماتے ہیں: اور جو اہل بدعت کی طرف اپنا انتساب کرے، یا ان کا دفاع کرے، یا ان کی تعریف اور ان کی کتابوں کی تعظیم کرے، یا ان کی مدد کرے، ان کے حق میں کلام کو ناپسند کرے، یا ان کی طرف سے معذرت پیش کرے، ایسے ہر شخص کو سزا دینا واجب ہے، بلکہ ہر اس شخص کی سرزنش واجب ہے جو ان کے حالات کو جان کر ان سے متنبہ کرنے میں مدد نہ کرے، کیونکہ ان سے ڈرانا اہم واجبات میں سے ہے۔

۞ (ان تحریروں اور اہل علم کے کلام کے بعد) اللہ سے دعا ہے کہ مجھے اور میرے مسلمان بھائیوں کو ان سے نفع پہنچائے، اگر مجھے اس میں توفیق ملی ہے تو یہ مجھ پر اللہ کا فضل وانعام ہے، اور اگر اس کے علاوہ ہے (یعنی کسی قسم کی غلطی اور خطا کا صدور

ہوا ہے) تو میں اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہوں، اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے والے ہر اس شخص سے میں ہاتھ ملانے کو تیار ہوں جس کا ہدف اس دین کی نشر واشاعت، اور جس کا مقصد اس (گہوارۂ امن) کی حفاظت کرنا ہے، تاکہ اللہ کے اس قول کا ہم عملی نمونہ پیش کر سکیں: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ:۲]

«نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو، اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو».

میں ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص قیمتی وطن مملکت سعودیہ عربیہ کے تئیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے، کیونکہ یہ اسلام کا ملک ہے، اس کا آخری (محفوظ ترین اور مضبوط) قلعہ ہے، (جہاں) حرمین شرفین (مکہ ومدینہ)، مسلمانوں کا قبلہ، اور مہبطِ وحی (نزولِ وحی کی جگہ) ہے۔

۞ (میرے بھائیو!) ہم جس امن وسلامتی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اس کی حفاظت وبقا کے لئے ہم پر واجب ہے کہ حتی المقدور یہاں کے حکام اور وُلاۃ امور (ذمہ داران) کے ساتھ تعاون کرنے میں اپنی کوشش صرف کریں، اور یہ بھلائی جس سے ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں، جب کہ ہمارے علاوہ دنیا کے دوسرے لوگ (اس سے محروم ہیں)، اللہ کے فضل وکرم کے بعد شریعت مطہرہ کے تنفیذ ہی

کے فیوض وبرکات ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو کوئی نسبت نہیں، اور نہ ہی ہم مکمل ہونے کا دعوی کرتے ہیں، لیکن میں مسلمانوں کے ہر ذمہ دار کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی امانتوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈریں، اور حکام کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں، اس لئے کہ یہ سب کے سب سرحد پر (اس وطن کی حفاظت کر رہے) ہیں۔

۞ اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے خطاؤں کو معاف کرے، اپنے پسندیدہ کام کی ہمیں توفیق بخشے، ہمارا خاتمہ بالخیر کرے، صلاح وفلاح اور تقوی کو زیادہ کرے، اور ان تمام علماء، مشائخ اور اہل خیر کو بہتر سے بہتر بدلہ دے جنہوں نے اپنے علم، جاہ ومرتبت اور مال کے ذریعہ میری مدد کی، اور اس کتابچہ کے جمع اور اس کی نشر واشاعت پر میری حوصلہ افزائی کی۔

۞ اخیر میں یہ اشارہ کرتا چلوں کہ اس کتابچہ کے ہر طرف پھیلنے کے بعد چند بھائیوں کی طرف سے کئی اعتراضات آئے–اللہ انہیں ہدایت دے–یہ گمان کرتے ہوئے کہ سید قطب اور حسن البنا ائمہ ہُدی اور مجددین ہیں، جیسا کہ اس کتابچہ اور اس جیسی (دوسری کتابوں) کو جوانوں سے چھپا دینے کی ان کے شدت حرص کا اندازہ بھی ہوا، تا کہ جس طرح چاہیں اپنے من کے مطابق تنہا ان کی رہنمائی کریں، اور چونکہ واقعۃً ان دونوں شخص کی حقیقت ان کے گمان کے برعکس ہے، اس لئے میں ہر اس

شخص کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو ان دونوں کے سلسلہ میں حقیقت کی معرفت چاہتا ہے وہ بذات خود ان کی کتابیں پڑھے۔

اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا، اے اللہ تو گواہ رہ، اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين